شہری
SHEHRI
برائے بہتر ماحول
جنوری تا مارچ ۱۹۹۸ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو' وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے۔ مارگریٹ میڈ

اندرونی صفحات پر

○ بلدیاتی انتخابات
○ صادقہ صلاح الدین سے گفتگو
○ ساحلی نظام حیات میں عدم توازن

کیا مردم وخانہ شماری سے درست نتائج حاصل ہو سکیں گے

تمام تر مخالفتوں اور رکاوٹوں کے باوجود حکومت نے مردم شماری کروا کر جرات مندی کا ثبوت دیا ہے۔ اگر ہم طویل عرصہ بعد ہونے والی مردم شماری کے ذریعے اپنی آبادی کے مختلف طبقوں' فرقوں اور گروہوں کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کر سکے تو یہ ایک تاریخی کارنامہ ہو گا۔

ساؤتھ ایشیا کے غریب ممالک نے پچھلی دو دہائیوں میں بہت سارے مسائل کے ساتھ جنگ کرنے میں گزاردی۔ ان ہی میں پاکستان کا نام سرفہرست ہے۔ ایک طویل مارشل لاء کے دوران جو کچھ اس خطے میں ہوا اب اس کی تفصیل میں جانا ضروری نہیں ہے مگر افغان جنگ جو ناکردہ گناہوں کی طرح ہم پر اور ہماری آنے والی نسلوں پر مسلط کردی گئی اس کا ذکر مردم شماری کے ماتھے پر ایک ناسور کی طرح نظر آتا رہے گا۔

جب ہم مردم شماری کے حوالے سے غیر ملکی تارکین وطن کا ذکر کرتے ہیں تو کچی بستیوں' خیمہ بستیوں اور عام آبادیوں میں غیر قانونی طور پر رہنے والے تارکین وطن کا انبوہ کثیر کسی قیامت کے منظر سے کم نظر نہیں آتا۔ ان تارکین وطن میں افغانی' ایرانی' بنگالی' سوڈانی' برمی اور بہت سارے ممالک کے تارکین وطن کا نام آتا ہے مگر ان سب میں سب سے زیادہ تعداد میں آباد ہونے والے افراد کا تعلق افغانستان اور بنگلہ دیش سے ہے جہاں تک ان تارکین وطن کا تعلق ہے تو ابھی تک ہمارے ہاں یہ طے ہی نہیں ہوا کہ جو لوگ آگئے ہیں وہ تارکین وطن ہیں' اس ملک کے شہری ہیں' انہیں واپس جانا ہے یا یہیں رہنا ہے؟ لہٰذا ان کی شہریت کا تعین ہی نہیں ہو سکا۔ اس معاملے کو ایک طرح سے لٹکا کر رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب اپنے مفادات کے لئے ان کی ضرورت پیش آئے گی تب ہی انہیں کہیں استعمال کیا جائے گا جیسا کہ اس سے پہلے ہوتا ہے لیکن بہرحال جب تک ان تارکین وطن کی قسمت کا فیصلہ نہیں کیا جاتا۔

صوبوں کے درمیان آبادی کی تقسیم 1951ء تا 1981ء

آبادی کا فیصد تناسب

علاقہ	1951ء	1961ء	1972ء	1981ء
پنجاب	60٫8	59٫3	57٫6	56٫1
سرحد	13٫6	13٫4	12٫8	13٫1
سندھ	17٫9	19٫5	21٫7	22٫6
بلوچستان	3٫5	3٫2	3٫7	5٫1
فاٹا	3٫9	4٫3	3٫8	2٫6
اسلام آباد	-	0٫3	0٫4	0٫4
پاکستان	100٫0	100٫0	100٫0	100٫0

شہری

ڈی 206 بلاک 2 پی ای سی ایچ ایس
کراچی پاکستان
ٹیلی فون: فیکس 92-21-453-0646
E-mail address:shehri
@onkhura.com
(web site) URL:http://www
onkhura.com/shehri

ایڈیٹر : انیس ہارون

انتظامی کمیٹی

چیئرپرسن : قاضی فائز عیسیٰ
وائس چیئرپرسن : وکٹوریہ ڈی سوزا
جنرل سیکریٹری : امیر علی بھائی
خزانچی : اسامی غالب
ارکان : نوید حسین' خطیب احمد

شہری اسٹاف

کوآرڈی نیٹر : مسز منصور
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر : محمد ریحان اشرف

شہری ذیلی کمیٹیاں

آلودگی کے خلاف : نوید حسین
تحفظ ورثہ : دانش آذر زوبی
عبیدالرحمٰن
میڈیا اور عوامی روابط : عبیدالرحمٰن محسن
جعفری' فرحان انور
قانون : قاضی فائز عیسیٰ' امیر علی بھائی
رولینڈ ڈی سوزا' وکٹوریہ ڈی سوزا' خطیب احمد
پارکس اور تفریح : خطیب احمد
مالی حصول : تمام ارکان

ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے بہتر ماحول کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔

ایڈیٹر/ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

لے آؤٹ اور ڈیزائننگ : زیڈ ڈیوالا
پروڈکشن : انٹرپرائز کمیونیکیشن

مالی تعاون : فریڈرک نومان فاؤنڈیشن

بتعاون IUCN
دی ورلڈ کنزرویشن یونین

یہاں کی آبادی کے مسائل الجھتے ہی چلے جائیں گے۔

ایک محتاط جائزے کے مطابق اس وقت ملک کی آبادی ۱۴ کروڑ ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ اس وقت یہ ہے کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے روزگار کے لئے شہروں کا رخ شروع کردیا ہے جس کی وجہ سے شہروں کی آبادی میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ لاہور' فیصل آباد' پنڈی اور پشاور کے علاوہ بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ کراچی کے لئے سب سے بڑا مسئلہ بن کر رہ گیا ہے۔ کراچی جہاں آئے دن ایک کچی آبادی کا ضافہ ہوجاتا ہے کسی کے پاس بھی ان آبادیوں یا ان میں رہائش پذیر لوگوں کے مسائل یا ان کی تعداد کے صحیح اعداد و شمار موجود نہیں۔ کچھ غیر سرکاری تنظیموں کے پاس ان آبادیوں کے بارے میں کچھ یا ان میں رہائش پذیر افراد کے بارے میں معلومات ضرور موجود ہیں مگر حکومت اس سلسلے میں بالکل بے بس نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر پریس کلب کے سامنے کچی آبادی کے کچھ مکینوں کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ جن کا کہنا تھا کہ انہیں مردم شماری میں شامل نہیں کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ آپ کا علاقہ نقشے میں موجود نہیں ہے جہاں مقامی کرسچن اور مسلم افراد آباد ہیں۔ جب تک ان تمام کچی آبادیوں کو مردم شماری کے عمل میں شریک نہ کیا گیا تب تک بھی صحیح اعداد و شمار کا اندازہ لگانا ناممکن ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہاں غیر ملکی تارکین وطن نے اپنی الگ جو بستیاں قائم کر رکھی ہیں وہاں ان کچی آبادیوں میں بھی مقامی افراد کے ساتھ ان کی کھچڑی پکی ہوئی ہے اور ان کے پاس باقاعدہ قومی شناختی کارڈ موجود ہیں۔ شناختی کارڈ کا حصول ان غیرملکیوں کے لئے کوئی مسئلہ نہیں۔ تقریباً" ہر بنگالی اور افغانی کے پاس پاکستان کا قومی شناختی کارڈ موجود ہے۔ اس کی مثال محمدی کالونی اور مچھر کالونی کی آبادی سے دی جاسکتی ہے جہاں لاکھوں بنگالی آباد ہیں اور تقریباً" ۷۵ فیصد کے پاس پاکستان کا شناختی کارڈ موجود ہے۔ یہ بات طے ہے کہ اگر پاکستان میں اور خاص کر کراچی میں صحیح طرح سے مردم شماری ہوجاتے گی تو بہت سارے مسائل کا حل مل جائے گا۔ شاید اس طرح آئے دن ہونے والے لسانی جھگڑوں کا خاتمہ ہوسکے۔ سندھ کی شہری اور دیہی آبادی کے درمیان تفریق ختم ہوسکے' کوٹہ سسٹم سے پیدا ہونے والے مسائل کو ختم کیا جاسکے اور سب سے بڑھ کر یہاں کی آبادی کے بنیادی شہری حقوق بحال ہوسکیں۔ پاکستان میں آبادی کو ہمیشہ سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جب مشرقی پاکستان ہمارے ساتھ تھا تو ہم نے آبادی کو برابر کرنے کے لئے ون یونٹ بنالیا تھا اور اس طرح مشرقی پاکستان کی آبادی کو کم کردیا گیا۔ اس لئے اب تک جتنی بھی مردم شماریاں ہوئی ہیں انہیں شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری بھی ایک طے شدہ مردم شماری تھی' اس کے بعد حالات اتنے خراب ہوگئے کہ دوبارہ مردم شماری کروانا ہی ایک مشکل عمل بن گیا۔ اس لئے کہ ہمارے ہاں بلدیاتی شعور نے ترقی نہیں کی

❁❁❁

آبادی میں اضافہ . . جرائم میں اضافہ

جب آبادی میں اضافہ کا رجحان تیزی سے بڑھا اور صرف 37 سال میں دنیا کی آبادی دوگنی ہوگئی تو آبادی کو کنٹرول کرنے کے لئے فیملی پلاننگ کا آغاز ہوا اور تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو بڑی حد تک کنٹرول کیا گیا لیکن پھر بھی پاکستان شرح پیدائش میں دنیا میں سب سے آگے ہے۔ آبادی میں اضافہ کی رفتار کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ پہلے آبادی کو ایک کرور تک پہنچنے میں دس ہزار سال تک لگے تھے لیکن اب دنیا کی آبادی پانچ ارب اسی کروڑ ہے جو دو ہزار سال میں دوگنی ہوجائے گی۔ اس صدی کے آغاز میں دنیا کی آبادی ایک ارب ستر کروڑ تھی جو بڑھ کر 1950ء تک دو ارب 25 کروڑ ہوگئی پھر تیزی سے اضافہ ہوکر 1987ء تک صرف 37 سال میں پانچ ارب تک پہنچ گئی۔ پاکستان میں پیدائش کے ساتھ ساتھ شرح اموات بھی زیادہ ہے یعنی ہر ہزار بچوں میں سے 95 (ہر دسواں بچہ) شیر خوار ہی مرجاتا ہے جبکہ سری لنکا میں ایک ہزار میں سے 181' ایران 43' سنگاپور 5' جاپان میں 4' امریکہ میں 9' کینیڈا میں 6ر اور برطانیہ میں 7 بچے ایک سال میں کم عمر میں انتقال کرجاتے ہیں۔ پاکستان میں مجموعی شرح اموات 30 فی ہزار اور آمدنی فی کس 440ر امریکی ڈالر ہے۔ اور ایک کمرے کے تین لاکھ گھروں میں دس افرادی گھر رہتے ہیں۔ تقسیم سے پہلے (1901ء میں) موجودہ پاکستان کی آبادی ایک کروڑ 65 لاکھ تھی جو 50 برسوں میں (1950ء میں) 3 کروڑ 33 لاکھ' 72ء میں 6 کروڑ 53 لاکھ اور 1997ء میں 13ر کروڑ 31 لاکھ ہوگئی۔ پاکستان میں موجودہ شرح پیدائش 2ء2 فیصد (ہر منٹ میں 9 بچے) چین میں 1ء4' انڈونیشیا میں 1ء7' بھارت میں 2 اور بنگلہ دیش میں 2ء4 فیصد ہے۔ اس رفتار سے پاکستان کی آبادی 35 سال میں دوگنی ہوجائے گی جبکہ جاپان کی 233ر اور برطانیہ کی 350 سالوں میں دوگنی ہوگی۔ منصوبہ بندی کے بارے میں 83 فیصد شادی شدہ جوڑے جانتے ہیں لیکن 22 فیصد قابل تولید جوڑوں میں سے 17ء8 فیصد اس پر عمل کرتے ہیں یوں 40 فی ہزار سے گھٹ کر اب شرح پیدائش 36 فی ہزار رہ گئی ہے۔ آبادی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ جرائم میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ 1981ء کے مقابلہ میں 1990ء میں تمام جرائم میں 179 فیصد اضافہ ہوا۔ قتل اور اقدام قتل کی وارداتوں میں 183 فیصد' ڈکیتی میں 512 فیصد' چوری اور رہزنی میں 329 فیصد اور دیگر جرائم میں 195 فیصد اضافہ ہوا۔

این جی او آر سی کی ڈائریکٹر

صادقہ صلاح الدین

سے سلیقہ انور کی گفتگو

صادقہ صلاح الدین کا تعلق ایک ممتاز ادبی اور علمی گھرانے سے ہے۔ انہوں نے سیراکوز یونیورسٹی سے اکنامکس میں ماسٹرز کی ڈگری لی۔ اس کے بعد کیمبرج، مساچوسٹس کے آرتھر ڈی لٹل اسکول سے منیجمنٹ میں ماسٹرز کیا۔

۱۹۹۳ء میں آغا خان فاؤنڈیشن کے ساتھ منسلک ہونے سے پہلے وہ نیبا کراچی میں چیف انسٹرکٹر تھیں۔ اس وقت وہ آغا خان فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام قائم کئے گئے این جی او ریسورس سینٹر کی ڈائریکٹر ہیں۔

☆ ہمیں این جی او ریسورس سینٹر، اس کے اغراض و مقاصد اور دائرہ کار کے بارے میں کچھ بتائیے؟

○ این جی او ریسورس سینٹر ایک امدادی ادارہ ہے جس کا مقصد این جی اوز کی ایسا ماحول پیدا کرنے میں مدد کرنا ہے جس میں وہ موثر طور پر کام کر سکیں۔ این جی او آر سی تربیت، نیٹ ورکنگ اور معلومات کے پھیلاؤ کے ذریعے درمیانی سطح کی اور غیر سرکاری کمیونٹی تنظیموں کی استعداد بڑھانے کی کوشش کرتی ہے۔ سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ پاکستان میں این جی اوز سیکٹر کو مستحکم کیا جائے اور ترقیاتی عمل میں وسیع پیمانے پر لوگوں کو شریک کیا جائے این جی او آر سی کوئی فنڈز فراہم نہیں کرتا۔

☆ آپ کو کن بڑی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کی اہم کامیابیاں کون سی ہیں؟

○ این جی او آر سی کو جب سب سے پہلا مسئلہ درپیش ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ کوئی فنڈز یا مالی فنڈز یا مالی امداد مہیا نہیں کرتا۔ تاہم یہ ابتدائی رکاوٹ ہوتی ہے جب تک لوگوں کو یہ احساس نہیں ہو جاتا کہ این جی او آر سی صرف سکھانے اور تربیت دینے کا ادارہ ہے روپے دینے کا نہیں۔ اس مشکل اور رکاوٹ پر آسانی سے قابو پا لیا جاتا ہے۔

بڑی کامیابیوں میں خیرپور میں ترقیاتی عمل میں این جی او آر سی کا حصہ ہے۔ اس ضلع میں تبدیلی کے عمل انگیز کی حیثیت سے این جی او آر سی بجا طور پر اس سلسلے میں اپنی کارکردگی کا دعویدار ہو سکتا ہے۔ دوسری بڑی کامیابی لیاری میں سیٹیلائٹ انفارمیشن سینٹر کا قیام ہے۔

☆ این جی او آرسی متعدد منتخب شہری اور دیہی علاقوں میں کام کررہا ہے؟

○ این جی او آر سی متعدد منتخب شہری اور دیہی علاقوں کی کمیونٹی تنظیموں کے ساتھ کام کر رہا ہے اور ان کی استعداد بڑھانے اور ترقیاتی سرگرمیوں میں ان کی مدد کر رہا ہے۔

اربن ماڈیول، کراچی ڈسٹرکٹ ساؤتھ میں کمیونٹی تنظیموں پر مشتمل ہے۔ گزشتہ پانچ برسوں کے دوران این جی او آر سی نے تقریباً" ۴۵ سی بی این جی اوز کے ساتھ مختلف سطحوں پر شراکت کے ذریعے کام کیا ہے۔ اس امدادی تعلق کے عمل کے ذریعے سی بی این جی اوز نے اپنی مہارتوں میں اس حد تک اضافہ کر لیا ہے کہ اب وہ خود دوسری سی بی این جی اوز کو امداد، رہنمائی اور تربیت فراہم کر رہی ہیں۔

دیہی ماڈیول ضلع خیرپور پر محیط ہے۔ این جی او آر سی نے اپنی امدادی سرگرمیاں ۱۹۹۳ء میں یہاں شروع کیں اور اب یہ ۵۹ دیہی تنظیموں کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ پارٹنرشپ کے اس عمل نے سی بی این جی اوز کے درمیان رابطے اور نیٹ ورکنگ کو فروغ دیا ہے اور لوکل گورنمنٹ، تعلیمی اداروں اور دوسری امدادی تنظیموں کے ساتھ موثر تعلقات قائم کرنے میں ان کی مدد کی ہے۔

☆ آپ پاکستان میں این جی اوز کے شعبے کی ترقی کو کیسے دیکھتی ہیں اور مستقبل میں اس کے کیا امکانات ہیں؟

○ این جی اوز کا شعبہ پاکستان میں نسبتاً" نیا ہے اس کا آغاز خدمات فراہم

> **این جی او ریسورس سینٹر ایک امدادی ادارہ ہے جس کا مقصد این جی اوز کی ایسا ماحول پیدا کرنے میں مدد کرنا ہے۔ جس میں وہ موثر طور پر کام کر سکیں**

کرنے والی تنظیموں مثلاً اپوا' بہبود' فیملی ویلفیئر آرگنائزیشن' ووکیشنل ٹریننگ سینٹرز وغیرہ سے ہوا۔

اب اس میں تبدیلی کی ضرورت ہے کیونکہ خدمات فراہم کرنے والی تنظیموں میں صرف چند لوگ ہی شریک ہوتے ہیں۔ اس وقت زیادہ مربوط پروگراموں کی ضرورت ہے۔ سماجی تبدیلی' نچلی ترین سطح سے آنی چاہئے۔ تربیت' نیٹ ورکنگ' معلومات کا پھیلاؤ' ریسرچ' تجزیہ اور دستاویز مرتب کرنا بعض ایسے طریقے ہیں جو این جی او آر سی استعمال کرتی ہے۔

☆ این جی اوز کے شعبے کو مستحکم کرنے کے لئے آپ کے کیا منصوبے ہیں؟

○ این جی او آر سی کا سب سے بڑا مقصد این جی اوز کے شعبے کو مستحکم کرنا ہی ہے تاکہ بڑے پیمانے پر لوگ ترقیاتی عمل میں شریک ہوسکیں۔ اس کا مقصد طرح طرح کے ترقیاتی پروگراموں کو زیادہ موثر بنانا ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے این جی او آر سی تین متوازی محاذوں پر کام کررہا ہے۔

۱) سی بی این جی اوز کو مستحکم کرنے کے عمل کے بارے میں مزید سیکھنا اور انتظامی' فنی اور مالی اعتبار سے انہیں مضبوط بنانے۔ دونوں سیکھنے کے ماڈیولز سے سبق حاصل کرنا' دوسرے پروگراموں کے تجربات کے مشاہدے اور تحقیق سے سیکھنا۔

۲) ان اسباق کو مطبوعات' نیٹ ورکنگ اور خصوصاً" مندرجہ ذیل کے ساتھ کام کرتے ہوئے وسیع پیمانے پر پھیلانا

(i) منتخب درمیانی سطح کی این جی اوز جو سماجی این جی اوز کو فنی اور مالی امداد فراہم کرتی ہیں۔ (ii) صوبائی سطح پر سوشل ویلفیئر ڈپارٹمنٹس

۳) پاکستان میں این جی اوز کے لئے سازگار ماحول کو فروغ دینا (i) چند منتخب موضوعات پر ریسرچ کے ذریعے (ii) ایک ایسے پلیٹ فارم کے قیام کے ذریعے جہاں

> **خدمات فراہم کرنے والی تنظیموں میں صرف چند لوگ ہی شریک ہوسکتے ہیں' اس وقت زیادہ مربوط پروگراموں کی ضرورت ہے' سماجی تبدیلی نچلی سطح سے آنی چاہئے**

این جی اوز سیکٹر کے درمیان' اس شعبے اور حکومت' امداد دینے والی ایجنسیوں اور تجارتی شعبے کے درمیان پالیسی امور کے بارے میں تبادلہ خیال ہوسکے۔

☆ کیا ہماری میونسپل تنظیموں کے بارے میں کوئی امید ہے؟

○ ہماری میونسپل تنظیمیں اہل' بلاصلاحیت اور محنتی لوگوں سے بھری ہوئی ہیں لیکن شدید مالی اور بعض اوقات سیاسی پابندیوں کی وجہ سے ان کے کام میں رکاوٹ آئی ہے جس کی وجہ سے لوگ بہت مایوس ہوتے ہیں۔ بلدیاتی اداروں کے لئے واحد امید یہی ہے کہ وہ سی بی این جی اوز اور این جی اوز کے ساتھ ملکر کام کریں اور ایک ایسا نظام وضع کریں جس میں وہ ایک دوسرے کی مدد کرسکیں۔

☆ کیا این جی اوز/ سی بی اوز اور سرکاری شعبے کے درمیان زیادہ رابطہ ہونا چاہئے یا بہتر یہ ہوگا کہ ان دونوں شعبوں کا کام الگ الگ کردیا جائے۔ اس سلسلے میں آپ کی رائے اور تجاویز کیا ہیں؟

○ این جی او آر سی نے اپنے مینڈیٹ کے ایک حصے کے طورپر اور استعداد بڑھانے والے اقدام کے طورپر ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ حکومت اور این جی اوز کے درمیان مضبوط اشتراک وتعاون ہونا چاہئے۔ حکومت اور این جی اوز کے درمیان تعاون' نہ صرف ترقیاتی سرگرمیاں شروع کرنے کے لئے بہت ضروری ہے بلکہ انہیں جاری اور برقرار رکھنے کے لئے بھی۔ یہ مقصد سی بی اوز کو مستحکم کرنے کے عمل کے بارے میں معلومات حاصل کرکے اور خصوصاً" درمیانی سطح کی ایسی منتخب این جی اوز کے ساتھ اشتراک کار کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے جو صوبائی سطح پر سی بی این جی اوز اور سوشل ویلفیئر ڈپارٹمنٹ کو فنی اور مالی امداد فراہم کرتی ہیں۔

این جی او آر سی خود سی بی این جی اوز کے درمیان نیٹ ورکنگ اور سی بی این جی اوز اور درمیانی سطح کی این جی اوز' حکومت اور عطیات دینے والوں کے درمیان روابط کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس طرح مدد کرنے والی این جی اوز کی ایک برادری کی تشکیل میں مدد دیتا ہے کیونکہ اس سے یکساں نوعیت کا کام کرنے والی دوسری تنظیموں کے بارے میں آگہی بڑھتی ہے۔ اس سے ایسی تنظیموں کے درمیان رابطہ بڑھتا ہے جن کے درمیان فنی مہارت اور تجربات کا تبادلہ ہوسکتا ہے اور حکومت' عطیات دینے والوں اور سی بی این جی اوز کے درمیان پارٹنرشپ کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ سی بی این جی اوز' متعلقہ محکموں کے حکام اور ان کے طریق کار سے واقفیت حاصل کرتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی متعلقہ سرکاری حکام منظم کمیونٹیز کی اہمیت اور قدروقیمت کو تسلیم کرنے لگتے ہیں' بدقسمتی سے ایسے پل تعمیر کرنے کی پہل صرف کمیونٹیز تک محدود ہے۔ ہم اس وقت کا انتظار کررہے ہیں جب سرکاری محکمے بھی ایسے روابط قائم کرنے کے لئے عزم اور پہل کاری کا مظاہرہ کریں گے۔

☆ خدمات عامہ مثلاً" پانی' سیوریج اور سالڈ ویسٹ مینجمنٹ کی پرائیویٹائزیشن کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

○ مجھے پرائیویٹائزیشن سے کوئی اختلاف نہیں ہے بشرطیکہ یہ مناسب طورپر کی جائے۔ تاہم پرائیویٹائزیشن سے یہ نہیں ہونا چاہئے کہ کچھ لوگوں کو معقول قیمتوں پر معیاری خدمات فراہم کئے بغیر ہی مزید دولت مل جائے۔

☆ آخر میں آپ کے خیال میں ایک عام شہری کس طرح زیادہ بہتر طورپر اپنے شہری شعور کا مظاہر کرسکتا ہے؟

○ رضاکارانہ کام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ بدقسمتی سے یہ زیادہ نظر نہیں آتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ این جی اوز انسانی وسائل کو "شہری" جیسی تنظیموں میں کام کرنے کے لئے تحریک دیں۔ یعنی رضاکارانہ خدمات پیشہ ورانہ انداز میں' وقت کی اہم ضرورت ہے۔

تجزیہ

علی ارسلان اور محمد نعمان

کیا کورنگی لانڈھی ویسٹ واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹ قابلِ عمل ہے؟

منصوبے کا بڑا مسئلہ اسے موجودہ سیوریج سے ملانا اور صفائی کے نظام کے ساتھ مربوط کرنے میں ناکامی ہے

منصوبے کا مختصر احوال یہ ہے کہ اس [illegible] ملین ڈالرز لاگت آئے گی جس کے لئے ایشیائی ترقیاتی بینک حکومت پاکستان کو ۷۰ ملین ڈالر قرضہ دے گا۔ یہ قرضہ حکومت سندھ کو دیا جائے گا اور اسے کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ استعمال کرے گا۔ معاہدے کے تحت حکومت سندھ کو اس قرضے اور سود کی کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کی آئندہ آمدنی کے ذریعے ادائیگی کو یقینی بنانا ہوگا۔

حکومت سندھ اور کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ ۲۵ ملین ڈالرز فراہم کریں گے جبکہ بقیہ پانچ ملین ڈالرز اس منصوبے سے استفادہ کرنے والے براہ راست مہیا کریں گے۔ منصوبے کی تجویز کے مطابق [illegible]ل پر عملدرآمد ۱۹۹۸ء میں شروع ہوگا اور ۲۰۰۳ء تک اسے مکمل کرلیا جائے گا۔

پراجیکٹ کے قرضے میں مندرجہ ذیل اجزا شامل ہیں۔

- کورنگی میں غلیظ پانی کے صفائی کی پلانٹ اور متعلقہ نالوں کی تعمیر اور توسیع
- ان تعمیراتی کاموں کے لئے مشاورتی خدمات کے ڈبلیو ایس بی کی استعداد' ویسٹ واٹر مینجمنٹ ماسٹر پلان' نجی شعبے کی شراکت کے لئے ریگولیٹری ڈھانچے اور منصوبے پر عملدرآمد۔

دریں اثناء حکومت سندھ ۱۹۹۸ء کے وسط تک کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کے پورے آبی اور سیوریج نظام کو نجی شعبے کی طویل المیعاد ٹھیکے پر دینے کی تیاریاں کررہی ہے۔ اس ضمن میں مختلف پیش کشوں کا پہلے ہی جائزہ لیا جارہا ہے۔ واضح رہے کہ

- پرائیویٹائزیشن کا دفاع اس لئے کیا جارہا ہے کہ وسائل نہیں ہیں اور انتظام چلانے میں ناکامی ہوئی ہے۔
- ٹھیکہ حاصل کرنے والوں کو تمام آپریشن' آمدنی اور سرمایہ کاری پر مکمل کنٹرول ہوگا۔
- ٹھیکیدار کے کام شروع کرنے سے قبل کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ نے جتنے قرضے لئے ہیں یا اس کے نام سے جو قرضے لئے گئے ہیں ان سب کی ادائیگی ٹھیکیدار کے بجائے حکومت کی ذمہ داری ہوگی۔

معتبر ذرائع کے مطابق بینک کو پرائیویٹائزیشن کی ان تجاویز پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ بورڈ کے منیجنگ ڈائریکٹر نے حال ہی میں سندھ ہائی کورٹ کو بتایا ہے کہ بینک نے اس کی منظوری دے دی ہے۔ لہٰذا اس پراجیکٹ پر ہمارے اعتراضات یہ ہیں

- سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر اس میں واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کی پرائیویٹائزیشن کو نظرانداز کردیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ
- انتظامی ناکامی کے باوجود کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کو ایک اور بڑا منصوبہ سونپا جارہا ہے۔
- ایشیائی ترقیاتی بینک کے قرضے کا تمام بوجھ نجی ٹھیکیدار کے بجائے ٹیکس دہندگان پر ڈال دیا گیا ہے حالانکہ اس قرضے سے بورڈ کی پرائیویٹائزیشن کے بعد اثاثے بنیں گے۔
- سیوریج کے منصوبوں کی پلاننگ اور عملدرآمد کے لئے بورڈ کی استعداد بڑھانے کے لئے کی جانے والی تمام سرمایہ کاری غیر متعلق اور بے معنی ہے کیونکہ آئندہ تمام سرمایہ کاری نجی ٹھیکیدار کی ذمہ داری ہوگی اور بورڈ کا عملہ یا تو برطرف کردیا جائے گا یا نجی ٹھیکیدار کو منتقل ہوجائے گا۔
- ریگولیشن کے لئے بورڈ کی استعداد پیدا کرنا بھی غیر متعلق ہے کیونکہ ریگولیٹری سسٹم بنانا اور اسے چلانا بورڈ کی نہیں بلکہ حکومت سندھ کی ذمہ داری ہوگی اور پھر معاہدے کے تحت بینک پیری بس اور ہال کرو کنسورشیم کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ

ہمارا اس منصوبے کا یہ جائزہ منصوبے کے خلاصے' کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کی مطمع نظر' عارف حسن اور فرحان انور کے جوابات' ہیرالڈ' میں اظہر عباس اور ڈان میں فرحان انور کے مضامین اور ان کے جواب میں دیے والے خطوط اور ساتھیوں کے ساتھ گفتگو پر مبنی ہے۔ ہماری موجودہ معلومات کی بنیاد پر ایشیائی ترقیاتی بینک کے سرمائے سے شروع ہونے والا یہ منصوبہ کئی وجوہ کی بناء پر ابتداء ہی سے غلط معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا شہریوں کو اس پر بھرپور اعتراض کرنا چاہئے۔

ریگولیٹری ڈھانچے کی منصوبہ بندی کریں۔

○ ۱۹۹۸ء کے وسط سے جو نجی ٹھیکہ دار واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کی جگہ لے گا اس کے بعد تمام مشاورتی خدمات مسائل پیدا کرنے کا باعث بنیں گی۔

اس منصوبے کا دوسرا بڑا مسئلہ اس کو موجودہ سیوریج سے ملانا اور صفائی کے نظام کے ساتھ احتیاط سے مربوط کرنے میں ناکامی ہے اور اس کو پاکستان ٹینریز ایسوسی ایشن کے مجوزہ ویسٹ واٹر ٹریٹ منٹ پلانٹ سے بھی مربوط نہیں کیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ

○ سیوریج سسٹم کی بحالی کا کام ناکامی سے دوچار ہوگا اور تبدیلی پر غیر ضروری لاگت آئے گی۔

○ سیوریج کے بہاؤ کا رخ تبدیل کرنے میں ناکامی کا امکان ہے ایسی صورت میں یہ پلانٹ خالی پڑا رہے گا۔

○ پی ٹی اے کے پانی کی صفائی کے پلانٹ کو معقول مقدار میں گندہ پانی نہیں مل سکے گا۔ لہٰذا پلانٹ اپنی پوری استعداد کے مطابق کام نہ کر سکے گا۔

تیسرا مسئلہ ناکافی دستاویزات کا ہے۔

ابھی تک یہ ثابت نہیں کیا جاسکا کہ سو ملین ڈالرز کی سرمایہ کاری کا معاشی اور سماجی جواز کیا ہے

○ ابھی تک یہ ثابت نہیں کیا جاسکا ہے کہ سو ملین ڈالرز کی سرمایہ کار کا معاشی اور سماجی جواز کیا ہے۔ کیا اس منصوبے کو مختلف انداز میں عملی جامہ پہنایا جاسکتا ہے یا اس کا کوئی زیادہ ترجیحی متبادل ہو سکتا ہے یا پھر اس سلسلے میں کچھ بھی نہ کیا جائے۔

○ یہ بھی واضح نہیں ہے کہ آیا حکومت سندھ کے پاس آئندہ اتنی استعداد ہوگی کہ وہ اس قرضے کو اپنی سماجی شعبے کی دوسری ذمہ داریوں پر اثر انداز ہوئے بغیر ادا کرسکے گی جبکہ اسے ایس اے پی پی۔II جیسے منصوبے کے لئے چالیس ارب روپے ادا کرنے ہیں۔

اور آخر میں اس امر کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ ایشیائی ترقیاتی بینک یا کے ڈبلیو ایس بی نے کورنگی' لانڈھی کے عوام کے ساتھ کوئی کھلی' وسیع اور ٹھوس بنیاد پر مشاورت کی ہو۔ بلدیہ کا منصوبہ غیر ملکی امداد کی بڑے پیمانے پر لوٹ مار کی کھلی مثال ہے۔ جہاں سیوریج سروس کو بہتر بنانے کا منصوبہ مقامی باشندوں کے صلاح مشورے اور انہیں مطلع کئے بغیر بنایا گیا اور اسے عملی جامہ پہنایا گیا۔ اس سبق کو نظرانداز کر کے اس روش کو جاری رکھنا افسوس ناک ہوگا۔

لہٰذا اتحاد کو ایشیائی ترقیاتی بینک سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ

○ پراجیکٹ پر جامع طور پر نظرثانی کرے۔

○ اس دوران اس پراجیکٹ کو ایشیائی ترقیاتی بینک کے بورڈ کے سامنے پیش نہ کیا جائے اور اگر کردیا گیا ہو تو اسے فوری طور پر واپس لیا جائے۔

○ اگر بورڈ نے منظوری دے دی ہو تو اس بات کی یقین دہانی کرائی جائے کہ عملدرآمد کے سلسلے میں اس وقت تک کوئی مزید کارروائی نہیں ہوگی جب تک شکایات اطمینان بخش طور پر دور نہیں کردی جائیں۔

(علی ارسلان اور محمد نعمان کریڈ الائنس کے ارکان ہیں)

عظیم تر کراچی سیوریج پلان کا جائزہ

ایشیائی ترقیاتی بینک کی امداد سے تعمیر کئے جانے والے کے ڈبلیو ایس بی کے عظیم تر کراچی سیوریج پلان کے بارے میں کمنٹس وزیر بلدیات وکچی آبادی کو پیش کئے جاچکے ہیں۔ منصوبے کے چند پہلو یہ ہیں۔

۱) اس میں کراچی کے موجودہ جاری نظام کو نظرانداز کردیا گیا ہے۔

۲) اس میں اوپر سے ایک نیا نظام مسلط کردیا گیا ہے جس کے لئے پورے کراچی شہر میں ازسرنو بڑے پیمانے پر کام کرنے کی ضرورت ہوگی۔

۳) اس سسٹم کو کارآمد بنانے کی لاگت اسے تعمیر کرنے کی لاگت سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔

مذکورہ بالا حقائق کی وضاحت ان تفصیلی دستاویزات سے بخوبی ہوسکتی ہے جو اس سہ ماہی میں پیش کی گئی ہیں۔

۱) کے ایم سی' اے ڈی بی اور کے ڈبلیو ایس بی' اے ڈی بی پراجیکٹ جو پہلے ہی بلدیہ میں مکمل کیا جاچکا ہے۔

۲) کورنگی میں موجودہ سیوریج ڈسپوزل سسٹم (کے ڈبلیو ایس بی' اے ڈی بی کا مستقبل کا منصوبہ) کے ایم سی' کے ڈبلیو ایس بی اور اے ڈی بی کا بلدیہ میں جو منصوبہ حال ہی میں مکمل کیا گیا ہے۔ اس میں ٹرنک سیور بمشکل علاقے کا دس فیصد سیوریج کا پانی اٹھاتے ہیں باقی ماندہ تمام گندہ پانی پرانے سسٹم کے تحت قدرتی نالوں میں جاتا ہے۔ کئی جگہوں پر لوگوں نے مین ہول مٹی سے بھردیے ہیں کیونکہ یہ بہت گہرے ہیں اور ان کی ضرورت بھی نہیں اور یہ لوگوں کے لئے موت کا جال بن گئے تھے۔ تین بچے ان کھلے مین ہولز میں گر کر پہلے ہی جاں بحق ہوچکے ہیں۔

اس سہ ماہی کے دوران اورنگی پائلٹ پراجیکٹ' آرٹی آئی کو غیر ملکی امداد سے چلنے والے پراجیکٹس کے ارکان کی وزیر بلدیات کے ساتھ میٹنگ میں مدعو کیا گیا تھا۔ اس اجلاس میں سیوریج پلان پر بھی بحث کی گئی۔ عظیم تر کراچی سیوریج پلان کے تفصیلی جائزہ لینے کے لئے وزیر بلدیات نے ایک کمیٹی مقرر کی جس کی ایک رکن او پی پی' آرٹی آئی بھی ہے۔ جائزہ کمیٹی کے دو اجلاس ہوچکے ہیں۔ اے ڈی بی اور کے ڈبلیو ایس بی کے حکام کے ساتھ ایک اور میٹنگ ہوئی جس میں او پی پی' آرٹی آئی نے کورنگی میں اے ڈی پی' کے ڈبلیو ایس بی کے سیوریج پلان کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا۔ (مرتب کردہ اورنگی پائلٹ پراجیکٹ)

پاکستان کا ساحلی نظام حیات عدم توازن کا شکار

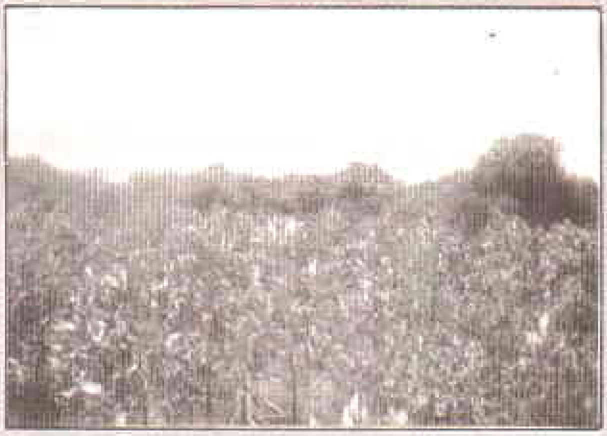

سمندری پانی کے کھارے پن میں اضافے کی وجہ سے کھاڑیوں میں ساحلی جنگلات کم ہوتے جارہے ہیں' صورتحال اس لئے بھی سنگین ہو گئی ہے کہ ساحل کے درخت اندھا دھند کاٹ کر انہیں چارے اور ایندھن کے طورپر استعمال کیا جارہا ہے

ڈاکٹر مرزا ارشد علی بیگ

ساحلی خطے میں ڈیلٹا کا علاقہ' ترقیاتی سرگرمیوں اور ماحولیاتی انحطاط کے باعث کمزور اور خطرے سے دوچار ہوگیا ہے کیونکہ کوٹری سے نیچے دریا میں پانی کا بہاؤ کم ہوگیا ہے۔ پورے ملک میں صنعتوں کا استعمال شدہ پانی دریا میں بہادیا جاتا ہے جس کی مقدار 13 ملین ٹن سالانہ سے زائد ہے۔ یہ آلودہ پانی آب پاشی کے پانی کے ساتھ ملکر کھیتوں تک پہنچتا ہے لیکن اس کی کم ازکم ایک تہائی مقدار سیلابی پانی کے ساتھ ملکر ساحلی علاقوں تک پہنچتی ہے۔

دریائے سندھ کے ڈیلٹا کا نظام حیات

بیراجوں اور ڈیمز کی تعمیر کی وجہ سے دریا کے ڈیلٹا اور کھاڑیوں تک پہنچنے والے پانی میں مٹی کی مقدار کم ہونے کے باعث' انڈس ڈیلٹا کے علاقے میں ساحلی جنگلات کو نقصان پہنچ رہا ہے اور خطے کا نظام حیات متاثر ہو رہا ہے۔

اگرچہ اس بات پر تشویش کا اظہار کیا جاتا ہے کہ سمندری پانی کے کھارے پن میں اضافے کی وجہ سے کھاڑیوں میں ساحلی جنگلات کم ہوتے جارہے ہیں کیونکہ دریا میں تازہ پانی کی مقدار کم ہوگئی ہے لیکن مشاہدے سے صورت حال اس کے برعکس معلوم ہوتی ہے کیونکہ آب پاشی نہروں سے دریا میں تازہ پانی کی خاصی مقدار بہہ کر آتی ہے جس کی وجہ سے گولو اور گھارو کریک میں خشک سالی کے زمانے میں بھی دلدلی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور یہ سمندری پانی کے کھاری اثرات کو کم کرتی رہتی ہیں۔ یہی صورت حال دوسری کھاڑیوں میں بھی ہوتی ہے جہاں آب پاشی کی نہروں کا اختتام ہوتا ہے۔

یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ دریا کی شاخوں اور آب پاشی نظام کی نہریں جن کا اختتام ساحلی علاقوں پر ہوتا ہے ان کے پانی میں زرخیز اور باریک مٹی کے ذرات نہیں ہوتے جس کی بڑی وجہ اوپر ڈیمز کی تعمیر ہے۔ مٹی کم ہونے سے کٹاؤ بڑھتا ہے اور اسی وجہ سے ڈیلٹا کے ساحلی نظام حیات میں عدم توازن پیدا ہوتا ہے۔ مینگرووو جنگلات کے دوام کا دارومدار اس پر ہوتا ہے کہ کیچڑ والے ہموار میدان برقرار رہیں جبکہ خود ان کا انحصار مٹی ملے ہوئے پانی کی دستیابی پر ہوتا ہے۔ یہ مٹی کے ذرات ساحلی نباتات کی پنسل نما جڑوں کی وجہ سے جمع ہوتے ہیں۔ اگر یہ جڑیں نہ ہوں تو پھر کٹاؤ کا عمل تیز ہوجاتا ہے اور کیچڑ کا ہموار میدان غائب ہونے لگتا ہے۔

ساحلی جنگلات کے نظام میں عدم توازن اس لئے بھی اور سنگین ہوگیا ہے کہ ساحل کے درخت اندھادھند کاٹ کر انہیں چارے اور ایندھن کے طورپر استعمال کیا جارہا ہے۔ اونٹ اس کے پتے چبالیتے ہیں جبکہ شاخوں اور تنے کو کاٹ کر ایندھن کے طورپر استعمال کیا جاتا ہے۔ عام مشاہدے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونٹوں اور ایندھن کے لئے درخت کاٹنے کے مشترکہ عمل کے نتیجے میں ڈیلٹا اور کھاڑیوں میں وسیع علاقے جنگلوں سے خالی ہوگئے ہیں۔ اس کی وجہ سے کیچڑ کے تختوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

ڈیلٹا کے علاقے میں نظام حیات میں ایک اور گڑبڑ ماہی گیری کے وسائل کو زیادہ مچھلیاں پکڑنے کی وجہ سے نقصان پہنچنے کی صورت میں ہوئی ہے۔ دریا میں کئی قیمتی مچھلیوں مثلاً پلہ' بارہ منڈی وغیرہ کی تعداد کم ہوگئی ہے جوکہ ڈیلٹا کے علاقے میں پائی جاتی تھیں۔ سیلابی پانی کو ذخیرہ کرنے کے لئے جو ڈیمز بنائے گئے ہیں توقع ہے کہ ان سے تلافی کے اقدامات ہوسکتے ہیں کہ آب پاشی کے لئے تازہ پانی

بھی فراہم ہو اور ساحلی علاقوں میں ماہی گیری کے وسائل بھی برقرار رہیں۔

کراچی کے ساحلوں کا ماحولیاتی نظام

کراچی کے ساحل اور بندرگاہ میں زمین سے پیدا ہونے والی آلودگی کا سب سے بڑا سبب میونسپل اور صنعتی علاقوں کا گندہ پانی لیاری اور ملیرندی میں بہادینا ہے۔ لیاری ندی کے دہانے پر منوڑہ چینل' ملیرندی کے دہانے پر منوڑہ چینل اور گزری کریک کے درمیان ساحلی تین ایسے علاقے ہیں جہاں سب سے زیادہ زمینی آلودگی آتی ہے اور جہاں نظام حیات بری طرح متاثر ہوا ہے۔

منوڑہ چینل مین بندرگاہ کا کام دیتا ہے۔ اسی میں نیول ڈاک یارڈ' شپ یارڈ اور فش ہاربر واقع ہیں اس کے مغربی اور مشرقی بیک واٹرز میں وسیع رقبے پر کیچڑ کے تختوں اور ساحلی جنگلات تھے۔ سائٹ کے صنعتی علاقے اور شمالی اور وسطی اضلاع کے میونسپل گندے پانی کو لیاری ندی میں بہادینے کی وجہ سے اب یہ ندی ایک کھلے نالے کی شکل اختیار کرگئی ہے۔ جس کا منفی اثر بندرگاہ' مچھلی بندر اور ملحقہ ساحلوں پر پڑرہا ہے۔

گزری کریک میں ملیرندی کے ذریعے آنے والے میونسپل اور صنعتوں کے گندے پانی کے علاوہ کئی صنعتوں جن میں ٹیکسٹائل ملز' ٹینریاں اور بجلی گھر شامل ہیں کا گندہ پانی بھی سمندر میں بہایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کریک کے ماحول پر شدید منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں۔

منوڑہ چینل اور گزری کریک کے درمیان ساحلی علاقے میں ضلع جنوبی کا گندہ پانی کسی ٹریٹ منٹ کے بغیر بہادیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے چائنہ کریک' مینگروز اور بندرگاہ کے علاقے میں ماحولیاتی ابتری پیدا ہورہی ہے۔

کراچی کے ساحلی ماحول کا انحطاط ۲۵۰ ملین گیلن یومیہ گندے پانی کو سمندر میں بہادینے کی وجہ سے ہے۔ جس میں خام سیوریج واٹر بھی شامل ہوتا ہے اور صنعتی اداروں کا استعمال شدہ پانی بھی۔ توقع ہے کہ صنعتیں اور شہری ادارے اپنے گندے پانی کے ٹریٹ منٹ کا سلسلہ

باقی صفحہ ۲۲ پر

سیٹلائٹ انفارمیشن سینٹر لیاری

سیٹلائٹ انفارمیشن سینٹر (ایس آئی سی) والنٹری آرگنائزیشن اینڈ انسٹی ٹیوٹ آف کمیونٹی ایجوکیشن (VOICE) کا ایک پراجیکٹ ہے۔ یہ ایک کمیونٹی پر مبنی تنظیم ہے جو سنگھو لین لیاری کے علاقے میں سرگرم عمل ہے۔ این جی او ریسورس سینٹر VOICE کو ۱۹۹۷ء سے اس کی ترقیاتی سرگرمیوں میں امداد فراہم کررہا ہے۔

۱۹۹۵ء میں وائس نے ۵ء۷۵ ملین روپے کی ایک پراجیکٹ تجویز این جی او آرسی کے تعاون سے تیار کی اور فروری ۱۹۹۸ء میں اسے فنڈز کی فراہمی کے لئے دی ایشیا فاؤنڈیشن کو پیش کیا اس منصوبے کے تحت ایک انفارمیشن سینٹر قائم کرنا تجویز کیا گیا تھا جو جدید ترین مواصلاتی سہولتوں سے لیس ہوگا تاکہ کمیونٹی تنظیمیں' رضاکار اور لیاری کے غیرروایتی گروپ' اطلاعات و معلومات تک رسائی حاصل کرسکیں' سی بی اوز کو مربوط بھی کیا جاسکے اور انہیں سرکاری اداروں کے ساتھ یکجا کیا جاسکے اور سی بی اوز کے ارکان کو تربیت دی جاسکے۔ یہ تجویز منظور کرلی گئی اور تین سال کی مدت (۹۸-۱۹۹۶ء) کے لئے دی ایشیا فاؤنڈیشن نے اپریل ۱۹۹۶ء میں گرانٹ کی منظوری دے دی۔

وائس نے انفارمیشن سینٹر کا انتظام چلانے کے لئے ایک سات رکنی انتظامی کمیٹی تشکیل دی۔ این جی او آرسی کے انفارمیشن سروس یونٹ کے مشورے سے وائس نے ہارڈویئر' کمپیوٹر' پرنٹر' فیکس مشین' فوٹو کاپیئر وغیرہ خریدا اور ایک چھوٹی سی جگہ کی ڈیزائننگ کرکے اسے فرنش کیا' انٹرنیٹ سروس حاصل کی فیلڈ کوآرڈی نیٹرز کی خدمات حاصل کیں اور اپنی سرگرمیوں کا آغاز کردیا۔ اکتوبر ۱۹۹۶ء میں این جی او آرسی کے اشتراک وتعاون سے ایس آئی سی نے ایک تین روزہ تربیتی ورکشاپ منعقد کیا جس میں این جی او کے انتظام' نیٹ ورکنگ اور دستاویزات کی تیاری کی تربیت دی گئی' لیاری کی ۱۳ سی بی این جی اوز کے ۳۸ ارکان نے ورکشاپ میں شرکت کی۔

ڈیسک ٹاپ پبلشنگ کی مطلوبہ سہولتیں دستیاب ہونے پر ایس آئی سی نے ایک سہ ماہی اردو نیوز لیٹر' معلومات نامہ جاری کیا۔ این جی او آرسی کے پبلی کیشن اینڈ کمیونی کیشن یونٹ نے ایس آئی سی کے ادارتی عملے کو نیوزلیٹر کی ڈیزائننگ اور تیاری میں مدد دی۔ ایس آئی سی باقاعدگی کے ساتھ تعارفی سیمینار منعقد کرتا ہے جن میں شہری این جی اوز کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے کام کے بارے میں اظہار خیال کریں۔ ایس آئی سی کو تین فل ٹائم تنخواہ دار ملازمین اور وائس کے رضاکاروں کی ایک ٹیم چلاتی ہے جن میں منیجنگ کمیٹی کے آٹھ ارکان بھی شامل ہیں۔

آج سیٹلائٹ انفارمیشن سینٹر ایک لائبریری اور ٹریننگ روم سے بھی لیس ہے اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک منفرد اور لیاری کا پہلا ریسورس سینٹر ہے۔ سینٹر کا مقصد لیاری کی کمیونٹی تنظیموں کی مدد کرنا اور ان کو خودکفیل اور پائیدار بنانے میں مدد دینا اور علاقے میں عوام کی شرکت سے ترقی کو فروغ دینا ہے۔

شہری برائے بہتر ماحول کے زیر اہتمام انگریزی اور اردو میں سہ ماہی نیوز لیٹرز باقاعدگی کے ساتھ شائع ہوتے ہیں، اس کے علاوہ گزشتہ برس کے دوران کچھ تحقیقاتی منصوبوں پر بھی کام کیا گیا جس کے نتیجے میں حقائق پر مبنی قابل اعتماد دستاویزات شائع کی جاچکی ہیں

شہری مطبوعات

شہری گائیڈ بک برائے کراچی کی بہتر دیکھ بھال

اس گائیڈ بک میں عام شہریوں اور شہر کے انتظامی اداروں کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا ہے اور ان پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ شہر کا ایک پروفائل تیار کیا گیا ہے جس میں شہر کے مختلف اضلاع کی آبادی شرح افزائش، محل وقوع اور معاشی اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔

شہری اداروں کے ڈی اے، کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ، کے ایم سی، کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی وغیرہ کے فرائض اور دائرہ کار پر بھی بحث کی گئی ہے۔ اس جائزے کی بنیاد پر کراچی شہر کے انتظام اور حکومت میں ناکامی کے اسباب اور ان مسائل کے حل بھی پیش کئے گئے ہیں۔

کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کے ایک خصوصی معاملے کا مطالعہ اور خود شہری کے اس سلسلے میں تجربات سے شہریوں اور شہری اداروں کے درمیان باہمی تعامل کے طریقوں کے بارے میں بعض رہنما خطوط بھی دیئے گئے ہیں۔

پی ای سی ایچ ایس بلاک 2 میں رہائشی زمین کے استعمال میں تبدیلی

کا ماحولیاتی جائزہ

شہری ترقی ایک مسحور کن چیز ہے۔ بڑے بڑے شہری مراکز قوت کے ایسے مراکز ہوتے ہیں جو قومی ترقی کو کنٹرول کرتے ہیں اور ان کی مسلسل حرکت پذیری میں کسی ملک کی طاقت، کمزوری، امیدوں اور امنگوں کا پیمانہ ہوتی ہے۔ خود شہروں کی دوامی افزائش اور ان فرائض اور خدمات کی غرض سے جو بڑے شہروں کے لئے مخصوص ہوتی ہیں، اراضی مختص کی جاتی ہے جو لینڈ یوز ریجن کہلاتے ہیں۔

ترقی پذیر دنیا میں یہ عمومی رواج ہے کہ آبادی کے بڑھتے ہوئے بوجھ کے تقاضوں کے پیش نظر استعمال اراضی کی حیثیت تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ کم آبادی والی بستیاں گنجان آباد بستیوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں اور کھلی جگہوں پر قبضہ ہوجاتا ہے۔ اس عمل کے دوران استعمال اراضی کے موجودہ قواعد و ضوابط کو یا نظرانداز

کردیا جاتا ہے یا انہیں تبدیل کردیا جاتا ہے۔

بہت سے لوگوں نے یہ بات محسوس کی ہے کہ اس طریق کار کے نتیجے میں مفاد عامہ کی خدمات جس پر پہلے ہی بہت بوجھ ہوتا ہے مزید دباؤ تلے آجاتی ہیں۔ نظام میں آئے دن کی ٹوٹ پھوٹ اور خرابی کی وجہ سے ماحولیاتی انحطاط اور بڑھ جاتا ہے۔

کراچی میں گزشتہ چند برسوں کے دوران استعمال اراضی کی تبدیلی میں نمایاں طور پر اضافہ ہوا ہے اور اس پر خاصی بحث ہوئی ہے کہ اس مسئلے سے کیسے نمٹا جائے، اس مسئلے پر این جی اوز، سرکاری افسران، سیاسی نمائندے سبھی اظہار خیال کر رہے ہیں۔

تاہم عام لوگوں کے رجحان کی پیمائش کے لئے کچھ نہیں کیا گیا اور نہ ہی یہ جاننے کی کوشش کی گئی کہ عام آدمی شہر کے تیزی سے بدلتے ہوئے چہرے کے بارے میں کیا سوچتا ہے۔ اس منصوبے میں رائے عامہ کو دستاویزی شکل دینے کی کوشش کی گئی ہے خصوصاً" اس حوالے سے کہ رہائشی استعمال اراضی میں تبدیلی کے کیا ماحولیاتی، سماجی، ثقافتی اور معاشی اثرات شہریوں کے طرز زندگی پر مرتب ہوئے ہیں۔

توقع ہے کہ اس منصوبے کی تحقیق سے شہری منصوبہ بندی کرنے والوں، شہریوں کے گروپوں اور شہری ترقی سے متعلق دوسرے اداروں کو قابل قدر رہنما خطوط دستیاب ہوں گے کیونکہ شہری منصوبہ بندی کی مشق کا بنیادی مقصد تو مفاد عامہ کا تحفظ ہی ہے۔

کراچی شہر میں اراضی کے قانونی اور غیر قانونی استعمال کی کیفیت

کراچی کے مستقبل کی منصوبہ بندی میں ایک بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ صحیح طور پر کسی کو نہیں معلوم کہ شہر کے مختلف حصوں میں استعمال اراضی کی موجودہ صورت حال کیا ہے۔ کھلی جگہوں پر ناجائز قبضہ کرلیا گیا ہے۔ کم آبادی والی بستیوں کو گنجان آبادیوں میں تبدیل کردیا گیا ہے اور جو علاقے کبھی خالصتاً" رہائشی علاقے

ہوا کرتے تھے اب کمرشل ایریا بنتے جارہے ہیں۔

شہری نے اس اہم معاملے میں بھی پہل کی ہے اور ایک جامع اور تفصیلی "ڈیٹابینک" تیار کیا ہے جس میں موجودہ استعمال اراضی کی صورت حال کو پلاٹ وار دستاویزی شکل دی گئی ہے۔ استعمال اراضی کی ہر قسم کی خلاف ورزیوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور مختلف استعمالات اراضی کی الگ الگ فہرستیں تیار کی گئی ہیں۔ اس منصوبے کی سب سے اہم کامیابی یہ ہے کہ یہ آئندہ تفصیلی جائزوں کے لئے ایک ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تمام معلومات لیزر ڈسک پر بھی دستیاب ہیں۔

ٹھوس کچرے کے انتظام کے لئے شہری کی گائیڈ

عالمی سطح پر ماحولیاتی انحطاط کے خلاف جنگ جاری ہے اور اب تمام متعلقہ لوگ یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ رائے عامہ کو تحریک دے کر زیادہ فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں کیونکہ اب عوام کے کردار کو سب سے اہم سمجھا جانے لگا ہے تاہم باشعور اور تعلیم یافتہ لوگ ہی تحفظ ماحول کے پروگراموں میں اپنا حقیقی کردار ادا کرسکتے ہیں۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں معاشرے کے تمام طبقات میں ایسا شعور پیدا کرنے کے لئے بہت کم اقدامات کئے گئے ہیں۔ یہ دستاویز ٹھوس کچرے کے انتظام کے اہم موضوع پر عوام میں شعور پیدا کرنے کی ایک کوشش ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اگر اس سے مناسب طور پر نہ نمٹا جائے تو یہ معاشرے کے معیار حیات، صحت اور ذہنی بہبود کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ توقع ہے کہ یہ دستاویز عام شہریوں کو اس مسئلے اور اس کے مضمرات کو اچھی طرح سمجھنے میں پوری مدد دے گی۔

شہری فوٹو البم

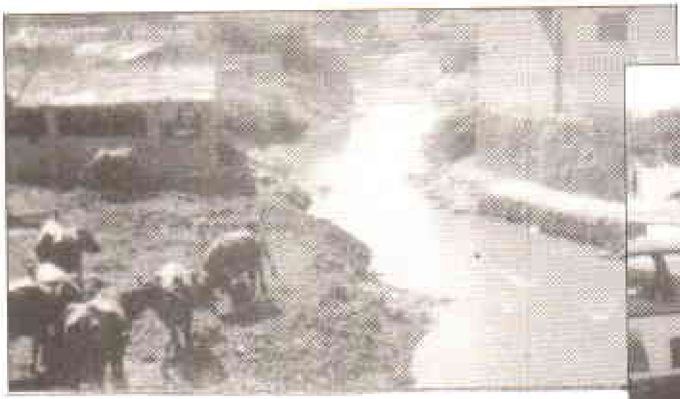

ماحولیاتی ثقافت کے کنارے

نشوونما پانے والی ہاؤسنگ اسکیم

گھر کے اندر صفائی، باہر غلاظت

مفت کے اشتہار

ش۔ فرخ

موٹروے سے فیضیابی

طعام و قیام کی سہولتوں کے لئے بلڈوزر چل رہے ہیں

اب کے ایک کام سے لاہور جانا ہوا تو یہ ارادہ کیا کہ لاہور سے اسلام آباد "سڑکو سڑک" جایا جائے تاکہ موٹروے سے فیض یاب ہوسکیں۔

جب ہم اپنا سازو سامان بمعہ کلچرل ڈیولپمنٹ کی ورکشاپ کے اختتام پر جمع ہونے والے مقالوں کا پلندہ اور آئندہ برسوں میں پاکستانی ثقافت کو فروغ دینے کے لئے متفقہ طور پر پیش کی گئی سفارشات کی ایک طویل فہرست کو سینے سے لگائے موٹروے کی جانب روانہ ہونے لگے تو کچھ اس قسم کی ہدایات مل رہی تھیں۔

موٹروے کے لئے بند روڈ کی طرف سے بالکل نہ جانا۔ ورنہ کئی گھنٹوں تک ادھر ہی پھنسے رہوگے۔ اور سنو گاڑی کا تیل پانی چیک کرلینا۔ اسٹپنی کی ہوا بھی چیک کرلینا اور دیکھو تم لوگ بھی اب چلنے کی کرو۔ باقی باتیں بعد میں۔ بہتر ہے دن کی روشنی میں اسلام آباد پہنچ جاؤ۔

ارے بھئی آپ بھی کمال کرتے ہیں ایسے کہہ رہے ہیں کہ جیسے ہم لام پر جارہے ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کانوں سے سنا کہ اپنی نوعیت کی ایشیا بھر میں پہلی موٹروے پر تمام جدید سہولتیں میسر ہیں۔

گاڑی چلنے لگی تو پھر ایک ممتا بھری آواز آئی۔ "تم لوگوں نے کھانے پینے کے لئے ساتھ میں رکھ لیا۔"

بس یہی تو مشکل ہے آپ لوگوں کے لئے ٹفن کیریئر سے نکلنا مشکل ہے۔ اول تو ہم دوپہر کے کھانے کے وقت تک اسلام آباد پہنچ جائیں گے ورنہ وہیں رک کر کچھ کھالیں گے۔

میرے ذہن میں پیرس سے لندن' لندن سے ایڈنبرا جاتے ہوئے' نیوجرسی سے ٹورنٹو جاتے ہوئے' نیویارک سے سیکرامینٹو جاتے ہوئے برطانیہ' امریکہ کی موٹرویز کے سفر گھوم رہے تھے۔

میں لمحہ بھر کے لئے اپنی اس کبھی نہ سنی جانے والی منطق کو لاہور کی نہر میں پھینک آئی تھی کہ موٹرویز ضروری بنتی چاہئیں لیکن اس وقت جب ہم اپنے شہروں کو ملانے والی چھوٹی سڑکیں' مرمت کرلیں۔ دیہاتوں کو شہروں سے ملانے والی سڑکیں بنا چکیں۔ جب شہروں کے اندر کی تمام سڑکیں ٹھیک ٹھاک کرچکیں۔ ہمیں بھی آگے بڑھنے کا حق ہے۔

نہر کے کنارے کنارے بڑھتے ہوئے ٹھوکر نیاز تک پہنچے تو میرے ہم سفر نے ڈرائیور کو گاڑی رائے ونڈ روڈ پر ڈالنے کا حکم دیا۔

پوچھا "کیا موٹروے کا ادھر سے ہی راستہ جاتا ہے؟"

"نہیں۔ اس سڑک کی آبادکاری بھی دیکھ لو۔"

"یہ دیکھو کھیت کھلیان۔ کیسے ہرے بھرے لگ رہے ہیں۔ وہ جو بہت دور تمہیں "واہی" کرنے والا نظر آرہا ہے بس سمجھ لو اس غریب کسان کی قسمت جاگنے والی ہے کیونکہ اب ان زمینوں کی قیمتیں بہت چڑھ گئی ہیں۔

"یہ جو تمہیں سرخ اینٹوں کی دیواریں اور کنگوروں والی منڈیریں نظر آرہی ہیں یہ ہمارے وزیراعظم نے خود کھڑے ہوکر بنوائی ہیں۔" پاکستان میں ٹورزم کو فروغ دیا جارہا تھا۔

"تمہاری یہ مبالغہ آمیزی کیا ذرا کم نہیں ہوسکتی یہ تم اپنے وزیراعظم کی بات کررہے ہو۔ وہ ہمارے وقت کے شیر شاہ سوری ہیں۔ ان کا ٹارگٹ ملک بھر میں موٹرویز کا جال بچھانا ہے۔ تم اس چھوٹی سی سڑک کے کنارے کنگوروں والی منڈیروں کی بات کررہے ہو۔ مذاق نہ کرو۔

لیکن وہ مذاق نہیں کررہا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے "خوش ذوق" وزیراعظم کو لاہور سے رائے ونڈ جاتے ہوئے راستے میں "پاتھیوں" والی دیواریں اچھی نہیں لگتیں۔ اب دیکھو یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ ہر بار والٹن سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے اپنے فارم ہاؤس جائیں۔ آخر کو وہ لاہور کے رہنے والے ہیں۔ اس کی سڑکوں گلیوں سے انہیں پیار ہے۔ فرض کرو ان کا کوئی دوست آئے۔ وہ لاہور کے پرل کانٹی نینٹل کے نئے ونگ میں رہ رہا ہو تو یہی کہے گا کہ پاکستان کس قدر شاندار ملک ہے۔ اگر اس نے رائے ونڈ کے فارم ہاؤس میں ویک اینڈ گزارنے کی فرمائش کردی؟ چھی چھی... بڑی بری بات ہوگی کہ راستے میں... گائیں' بھینسوں کا..... اور وہ "کھوتے" ویری بیڈ۔ انہیں چھپاؤ۔ غلاظت کو بھی۔ غربت کو بھی۔ ان کے سامنے سرخ اینٹوں والی دیوار کھینچ دو کہ سب اچھا اچھا لگے۔

موٹروے۔ اکیسویں صدی میں داخل ہونے والا راستہ۔ گاڑی ایسے چل رہی تھی جیسے جھیل کے پانی پر موٹربوٹ تیرتی جاتی ہے۔ اتوار کی صبح تھی۔ لگ رہا تھا کہ یہ سڑک صرف ہمارے لئے

بنائی گئی تھی اس پر کسی اور کو آنے کی اجازت نہ تھی۔

"کہاں گئیں وہ بسیں، کوچیں، منی بسیں؟"

وہ موٹروے پر نہیں چلتیں۔ اس لئے کہ انہیں جو سواریاں چھوٹے چھوٹے قصبوں سے ملتی ہیں وہی ان کا وسیلہ روزگار ہے۔

لیکن۔ ویک اینڈ۔ لاہور کے لوگ اسلام آباد اور اسلام آباد والے لاہور نہیں جاتے کیا۔ کیا تین ماہ میں موٹروے پر فراٹے بھرنے کا شوق ختم ہوگیا۔

"آتے ہیں۔ بس ۱۴ ہزار گاڑیاں ہیں جو لاہور سے اسلام آباد اور اسلام آباد سے لاہور آتی ہیں۔" میری معلومات میں اضافہ ہو رہا تھا۔

ایک بار ویک اینڈ پر نیویارک سے اٹلانٹک سٹی جا رہے تھے تو دور تک گاڑیوں کی قطار چیونٹیوں کی طرح رینگتی نظر آئی تھی لیکن ہماری موٹروے خالی ہے۔ دیکھو نا آخر تفریح بھی کوئی چیز۔

"فضول بات مت کرو۔ ہم غریب ملک کے لوگ ہیں۔" کھٹاک۔

اچھا۔ وہ جو بھینسوں نے سیمنٹ کے جنگلے توڑ دیئے تھے ان کا کیا ہوا۔

ذرا آگے جائیں گے تو تمہیں خود ہی نظر آجائے گا۔

اوہ اچھا۔ یہ تھے جنگلے جو بد تہذیب بھینسوں نے توڑ دیئے تھے۔"

لیکن کمال کی بھینس تھیں یہ جگہ تو ارد گرد کے کھیتوں کی سطح سے خاصی اونچی ہے۔ بھینس ضرور سیڑھی لگا کر چڑھی ہوں گی۔ لیکن یہ اچھا ہوا جو لوہے کے جال سے جنگلے بنا دیئے۔ یہ بہت مضبوط ہیں۔ انہیں بھینسوں کا باپ بھی نہیں توڑ سکتا۔ بڑا اچھا کیا جو اس باڑ کا ٹھیکہ دے دیا۔ جب یہ باڑ ٹوٹے گی تو اس سے اور مضبوط باڑ بنانے کے لئے ٹھیکہ دینا چاہئے۔ موٹروے کی مضبوطی اور تحفظ کا کام ہوتے رہنا چاہئے۔

واقعی! تم نے ٹھیک کہا تھا۔ تا حد نظر کھلا آسمان۔ جیسے اس نے ارضی حیات کو اپنی پناہ میں لے لیا ہو۔ نیلگوں فلک کے جلو میں تیرتی ہوئی اودی بدلیاں سورج کی تمازت کو بار بار کاٹ دیتی تھیں۔

بہت کمال کی بھینسیں تھیں جو سیڑھی لگا کر موٹروے تک پہنچ گئیں، موٹروے کی مضبوطی اور تحفظ کا کام ہوتے رہنا چاہئے

گندم کی فصل کے نرم نرم خوشوں کی ہریاں نظروں میں رچتی جا رہی تھیں۔

گاڑی موٹروے کے فاصلے تیزی سے طے کرتی جا رہی تھی۔ تین چار ماہ قبل کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ بڑی پرجوش۔ ولولہ انگیز و لبریز آوازیں۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ بھول جائیں۔ یہ جو عدالتی قسم کی گڑبڑ ہوگئی ہے اس کی پرواہ نہ کریں۔ یہ محض وقتی پریشانی ہے موٹروے کی طرف دیکھیں یہ ہمیشہ رہنے والی ہے یہ عظیم الشان شاہراہ ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کرے گی۔ اس پر سفر کرنے والوں کو ہر طرح کی جدید سہولتیں مہیا کی گئی ہیں آج وزیراعظم نے اس شاہراہ کا دورہ کیا اور حادثے کی صورت حال سے نمٹنے کے لئے حفاظتی اقدامات اور طبی امداد کے مظاہرے کا معائنہ کیا۔

نئی نئی موٹروے کے قوانین دیہاتوں کی سمجھ سے بالاتر تھے۔ وہ لوگ موٹروے کے کنارے دیگیں لیکر آجاتے تھے۔ مسافر گاڑی روکتے اور کھانا کھانے لگتے۔ اس سے حادثات کا خدشہ تھا۔

بہت سخت انتظام ہے۔ قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں موقع پر ہی جرمانہ وصول کیا جاتا ہے "اچھا" ایک بار دو انگریز اسلام آباد سے لاہور جا رہے تھے۔ انہوں نے راستے میں گاڑی روکی اور رفع حاجت کے مرتکب ہوئے۔ موٹروے پولیس نے انہیں موقع پر ہی پکڑ لیا اور جرمانہ کیا۔

ہماری گاڑی اسلام آباد کی طرف رواں تھی۔ راستے میں ایک گاڑی رکی ہوئی تھی۔ بونٹ کھلا تھا۔ اس نے آگے جانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے مسافر سڑک کے کنارے بیٹھ گئے تھے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چند قدم کے فاصلے پر ٹیلی فون بوتھ تھا۔ انہوں نے فوری طور پر ہائی وے پولیس سے رابطہ قائم کیا اور شائیں شائیں کرتی ہوئی پولیس پہنچ گئی۔ گاڑی ٹوکی اور قریبی سروس اسٹیشن تک پہنچا دیا۔ ہم لوگ بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ ایئر کنڈیشنڈ فاسٹ فوڈ ریسٹوران سے کھانا خریدا۔ خودکار مشینوں سے اپنی اپنی پسند کی مشروب نکالی۔ ریسٹ روم اس قدر صاف ستھرے کہ جیسے کسی نے استعمال نہ کئے ہوں۔ ایئر فریشنر کی بھینی بھینی خوشبو۔ بس ایسے لگا جیسے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں ہوں۔ جن لوگوں کی موٹر خراب ہوگئی تھی انہوں نے ورکشاپ سے اسے ٹھیک کروایا اور وہ ہم سے پہلے اسلام آباد کی طرف روانہ ہوگئے تھے۔

سب سے اچھی بات یہ کہ لاہور سے اسلام آباد تک موٹروے کی بیرونی ڈھلوانوں پر دو رویہ شجرکاری کر دی گئی ہے۔ چند برسوں میں یہ ننھے منے پودے درخت بن جائیں گے تو کیا خوب نظارہ پیش کریں گے۔

سچ پوچھیں کہ کبھی کبھی جھوٹ بولنے میں بڑا مزا آتا ہے۔ سوائے فطری منظر کے باقی سب کچھ محض آئیڈیل ازم ہے۔ ایک یوٹوپیا کا تصور ہے۔ ایک سہانا خواب تھا جن کی تعبیر کی آرزو ہے۔

فی الحال تو صورت حال یہ ہے کہ لاہور سے چلو تو کلر کہار تک کوئی پیٹرول پمپ، کوئی ورکشاپ، کوئی ریسٹوران نہیں ہے۔ موٹروے کے کنارے سروسز یا طعام و قیام کے محض بورڈ لگے ہیں۔ راستے میں ہائی وے پولیس کی گاڑیاں اور موٹر سائیکل ضرور نظر آئے لیکن جو گاڑیاں راستے میں خراب ہوگئی تھیں وہ لوگ خود ہی اپنی گاڑیوں کے پلگ پوائنٹ چیک کر رہے تھے۔ کلر کہار کے قریب ایک پڑاؤ ضرور ہے جہاں پیٹرولیم پمپ اور ایک اسٹور ضرور ہے۔ لیکن پولیس ابھی تک رڈار سسٹم سے نابلند ہے۔ ٹیلی فون کی خاطر خواہ سہولت میسر نہیں ہے۔ کہا یہی جا رہا ہے کہ عنقریب مطلوبہ سہولتیں مہیا کر دی جائیں گی

شہری برائے بہتر ماحول کے سید غضنفر علی (ماہر نباتات) ایگریکلچر انسٹی ٹیوٹ ٹنڈوجام (سندھ) میں اپنے اسٹال پر

محمد نعمان

کے بی سی اے سب کمیٹی سی کی کارکردگی کا جائزہ

نگراں کمیٹی کو موثر بنانے کے لئے لازمی ہے کہ سیاسی عزم، عوامی شعور اور عوامی حمایت پیدا کی جائے اور کے بی سی اے میں اداراتی اصلاحات کی جائیں

> عبوری حکومت کا نگراں کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ ان اطلاعات پر مبنی تھا کہ غیرقانونی تعمیرات کو نمایاں طور پر بالقصد کیا جارہا ہے۔ غیرقانونی طور پر کمرشلائزیشن اور فلاحی پلاٹوں کی تبدیلی کی جارہی ہے، تعمیراتی قواعد کی بڑے پیمانے پر خلاف ورزی کی جارہی ہے اور بلڈنگ کنٹرول ڈیپارٹمنٹ میں بدعنوانیاں عام ہیں۔ یہ کمیٹی سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس ۱۹۷۹ء کے سیکشن B - 4 کے تحت کے بی سی اے کے کاموں کی نگرانی کے لئے قائم کی گئی تھی اور بعد میں اس کی مختلف سب کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔

سب کمیٹی "سی" اس فرض سے قائم کی گئی تھی کہ وہ کے بی سی اے کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے فوری اقدامات تجویز کرے اس کے فرائض میں مندرجہ ذیل امور شامل تھے۔

- پارکنگ کے قواعد کا جائزہ لینا
- (بلند کثیرالمنزلہ) عمارتوں کی تعمیر کے لئے علاقوں کی نشاندہی کرنا
- بعض خصوصیات اور طریق کار کے تحت کمرشلائزیشن کے لئے سڑکوں کی نشاندہی کرنا
- کے بی سی اے کے قانونی شعبے کی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے تجاویز پیش کرنا، امتناعی احکامات ختم کرانے اور عدالتی مقدمات نمٹانے کے لئے اقدامات
- بلڈرز سے وصول کئے جانے والے سیکورٹی ڈپازٹ کی رقم اور طریق کار کا جائزہ لینا
- رساؤ، لیکیج، آتشزدگی، ہنگامی اخراج اور دوسرے داخلی اور خارجی پہلوؤں کے بارے میں موجودہ ماحولیاتی قواعد کا جائزہ لینا، جس میں کچرے کو بحفاظت ٹھکانے لگانے کا طریقہ بھی شامل ہے
- کے بی سی اے کے روزمرہ طریق کار کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز پیش کرنا

مقاصد کی تکمیل

کمیٹی نے مندرجہ ذیل شعبوں میں مناسب تبدیلیاں اور اقدامات تجویز کئے۔

- قانونی شعبے کی کارکردگی
- پلنتھ کی جانچ پڑتال کا سرٹیفکیٹ
- فیلڈ بکس کی دیکھ بھال
- انجینئرز اور آرکیٹکٹس کے لائسنسوں کی معطلی
- مالکان کے بارے میں تفصیلات کی جانچ پڑتال
- پارکنگ کے قواعد
- مفاد عامہ کے منصوبے
- سیکورٹی ڈپازٹ

مذکورہ بالا سفارشات اس مجموعی کام کا صرف ۲۰ فیصد جو مختصر معیاد کے لئے سونپا گیا تھا اور جس کے لئے سب کمیٹی کو صرف ایک ماہ کا وقت دیا گیا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ نگراں کمیٹی کی میٹنگ میں یہ سب سفارشات پیش نہیں کی گئیں اور جن سفارشات پر عملدرآمد کی منظوری دی گئی انہیں بھی متعلقہ قواعد اور طریق کار میں شامل نہیں کیا گیا۔

مقاصد کی تکمیل میں رکاوٹیں

(الف) اگرچہ سب کمیٹی سی کے مقاصد کا تقاضا تھا کہ کے بی سی اے زیادہ سے زیادہ تعاون کرے اور معلومات فراہم کرے لیکن محکمے کا رویہ تساہل اور عدم تعاون کا تھا۔ اس نے کے بی سی اے کی بہتر کارکردگی کے لئے کوئی تجویز پیش نہیں کی۔ مثلاً ترقی، تبادلے، تقرری، بیرونی مداخلت، دوسرے محکموں سے رابطے، عملے کے لئے سہولتوں اور روزمرہ کے طریق کار کو آسان بنانے کے لئے محکمے نے کوئی تجویز نہیں دی۔

(ب) سب کمیٹی کے دوسرے ارکان کی جانب سے عدم دلچسپی

(ج) کے بی سی اے کے حکام نے ان سفارشات کو طریق کار اور قواعد میں شامل کرانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

(د) بعض مقاصد مثلاً ان علاقوں کی نشاندہی جہاں کثیرالمنزلہ عمارتوں کی اجازت دی جائے اور ان اضافی سڑکوں کی نشاندہی جہاں کمرشلائزیشن کی جاسکے ان کے بارے میں معلومات سب کمیٹی اے کو فراہم کرنا تھی سب کمیٹی "اے" کی جانب سے کوئی پروگریس نہ ہونے کی وجہ سے سب کمیٹی "سی" ان معاملات کو زیرِ غور نہ لاسکی۔

سب کمیٹیوں کی کارکردگی بہتر بنانے کی تجاویز

۱) کے بی سی اے کے پرعزم اور تجربہ کار افسروں کی ایک ٹیم بنائی جائے جو سب کمیٹی کو معلومات فراہم کرے لیکن اس کے لئے سیاسی عزم درکار ہے اور اس کے بعد نگراں کمیٹی اور محکمے کے درمیان تعلقات کو دوبارہ متعین کرنا پڑے گا۔

۲) بامعنی نتائج حاصل کرنے کے لئے کمیٹی کے ارکان کے درمیان باہمی اعتماد،

کھلے پن اور پہل قدمی کی ضرورت ہوگی۔

نگراں کمیٹی کا کردار

اگرچہ اس امر کی کافی شہادتیں موجود ہیں کہ نگراں کمیٹی کے قیام کے دو ماہ کے اندر اندر ہی اس کا کردار بے معنی ہو کر رہ گیا تھا۔ وزیر ہاؤسنگ وٹاؤن پلاننگ' سیکریٹری ہاؤسنگ وٹاؤن پلاننگ اور ڈی جی کے ڈی اے نے کمیٹی کے اجلاسوں میں آنا بند کردیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کمیٹی کی اتھارٹی کم ہوتی چلی گئی۔ نگراں کمیٹی کے مشورے کے بغیر بلکہ اس کے علم میں لائے بغیر بڑے پیمانے پر اونچے عہدوں پر تبادلے' تقرری اور تقرریاں کی گئیں۔ کمیٹی کو متعدد اہم مسائل کے بارے میں مطلع نہیں کیا گیا بلکہ اس سے حقائق چھپائے گئے' کمیٹی کے بعض ارکان کی بھرپور کوششوں کے باوجود کمیٹی کی سفارشات پر عملدرآمد نہیں ہوا۔ کمیٹی کا کام کے بی سی اے کے تنظیمی معاملات سے جدا نہیں ہے لیکن ریگولرائزیشن' کمرشلائزیشن اور کثیرالمنزلہ عمارتوں جیسے اہم معاملات پر پالیسی فیصلے کرتے وقت نگراں کمیٹی کو باہر رکھا گیا۔ کمیٹی کے اکثر اجلاس صرف گزشتہ اجلاس کی روداد پر بحث مباحثے پر ہی ختم ہوگئے۔

بنیادی فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹیں

نگراں کمیٹی کے دو بنیادی فرائض ہیں:

۱) شہر کی افزائش کو کنٹرول کرنے کے لئے ٹاؤن پلاننگ اور بلڈنگ کنٹرول کے قواعد وضوابط کی سفارش کرنا' سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈی نینس میں ترامیم اور پالیسی اقدامات کی سفارش کرنا

۲) ایکٹ اور قواعد وضوابط کے موثر نفاذ اور عملدرآمد کے لئے مانیٹرنگ سمیت اقدامات کرنا۔

پہلے کام کا تقاضا یہ ہے کہ کراچی میں پھیلاؤ کی نوعیت اور ان کی وجوہات کا مطالعہ کیا جائے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ زمین کا ترجیحی استعمال کیا ہونا چاہئے۔ موجودہ ضمنی قوانین اور زوننگ کے قواعد خاصے پرانے اور فرسودہ ہوچکے ہیں اور شہر کے حقائق سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے۔ حتیٰ کہ جب کمیٹی بعض ترامیم کی سفارش کرتی ہے تو اس کا دارومدار بھی حکمران پارٹی پر ہوتا ہے کہ وہ قانون سازی کے سلسلے میں کتنی تیز رفتاری (یا سست رفتاری) کے ساتھ جانا یا نہ جانا پسند کرتی ہے۔

عملدرآمد کے دوسرے کام کے سلسلے میں کمیٹی کو انتظامی بازو پر انحصار کرنا پڑتا ہے جس کی نمائندگی سیکریٹری ہاؤسنگ وٹاؤن پلاننگ' ڈی جی کے ڈی اے چیف کنٹرولر آف بلڈنگ اور کے بی سی اے کا دیگر عملہ کرتا ہے' اس کے علاوہ حکمراں سیاسی پارٹی کا سیاسی عزم بھی درکار ہے۔

پیوستہ مفادات کی وجہ سے جو بڑی تعداد میں بلڈرز' کے بی سی اے کے حکام' ضلعی انتظامیہ اور بعض ایسے سیاست دانوں پر مشتمل ہے جو ان غیرقانونی کارروائیوں سے مفاد اٹھاتے ہیں اس سلسلے میں سیاسی عزم کا فقدان ہے۔

عوامی شعور کے فقدان اور نگراں کمیٹی کی عوامی حمایت نہ ہونے کی وجہ سے کمیٹی اپنا وجود منوانے سے قاصر ہے۔

نگراں کمیٹی کو کیسے موثر بنایا جائے؟

نگراں کمیٹی کو موثر بنانے کے لئے لازمی ہے کہ سیاسی عزم' عوامی شعور اور عوامی حمایت پیدا کی جائے اور کے بی سی اے میں اداراتی اصلاحات کی جائیں۔

کمیٹی کے نوٹی فیکیشن میں جو مختلف فرائض تجویز کئے گئے ہیں ان کی انجام دہی کے لئے کمیٹی کے ارکان کو سرگرم کردار ادا کرنا ہوگا۔

نگراں کمیٹی کی سفارش کردہ ترامیم کو سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈی نینس ۱۹۷۹ء میں شامل کرانے کے لئے دباؤ ڈالا جائے۔

زوننگ کے قواعد میں ترمیم کے لئے کام فوری طور پر شروع کیا جائے۔

نقشوں کی منظوری کے عمومی طریق کار کو آسان بنایا جائے' اسے شفاف تر بنانے کے لئے جہاں تک ممکن ہو فوری طور پر تمیزی اختیارات واپس لئے جائیں۔

نگراں کمیٹی میں شامل مفادات کی نگرانی کرنے والوں کو اس شہر کے تعمیراتی ماحول کے تحفظ کے سلسلے میں کسی نہ کسی سطح پر اتفاق رائے کرنا ہوگا۔

(محمد نعمان این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی کے پروفیسر اور کے بی سی اے کی نگراں کمیٹی کے رکن ہیں)

شہری کی رکنیت

1998 کے لئے شہری کی رکنیت کی تجدید کروانا نہ بھولیں۔ شہری میں شرکت کریں اور بطور شہری اس شہر کو صاف کرنے' صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے کے لئے مدد دیں۔

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے

"شہری" میں شمولیت اختیار کیجئے

اگر آپ "شہری" میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کردیں۔

شہری برائے بہتر ماحول

206 جی۔ بلاک 2۔ پی ای سی ایچ ایس' کراچی 75400۔ پاکستان

ٹیلی فون / فیکس۔ 92-21-4530646

E-mail address:
shehri@onkhura.com (web site) URL:
http://www.onkhura.com/shehri

نام ________ ٹیلی فون (گھر) ________

ایڈریس ________

پیشہ ________ ٹیلی فون (دفتر) ________

ڈاکٹر جیمز میرائڈز اور ڈاکٹر مشتاق اے خان

آئیوڈین کی کمی سے پیدا ہونے والے امراض

آئیوڈین کی کمی ذہنی ترقی کی استعداد کم کرتی ہے جس کے نتیجہ میں تعلیم پر کی گئی سرمایہ کاری ضائع ہو جاتی ہے

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آئیوڈین کی کمی سے پیدا ہونے والے امراض (آئی ڈی ڈی) پاکستان کے شمالی علاقوں میں ایک بڑا مسئلہ ہیں۔ شمالی علاقہ جات کو دنیا بھر میں ایسے علاقوں کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے جہاں یہ امراض عام ہیں۔ اس بات کا بھی شبہ تھا کہ آئی ڈی ڈی پنجاب سمیت ملک کے دوسرے حصوں میں بھی عام ہیں۔ سندھ اور بلوچستان کے بارے میں بہت کم معلومات دستیاب تھیں۔ ان صوبوں میں ایسے امراض کی وسعت اور شدت کا اندازہ کرنے کے لئے فروری اور مارچ ۱۹۹۴ء میں ایک سروے کیا گیا تھا۔ یہ سروے چار بڑے شہروں اسلام آباد، لاہور، کراچی اور کوئٹہ میں کیا گیا۔

نوزائیدہ بچوں میں آئیوڈین کی کمی کا اندازہ خون میں ہارمونز کی جانچ کے ذریعے کیا گیا۔ آئیوڈین کی کیفیت کی پیمائش کے لئے TSH ایک اچھا اشاریہ ہے جس سے براہ راست ان خطرات کا اظہار ہوجاتا ہے جو آئیوڈین کی کمی کی وجہ سے دماغ کی معمول کے مطابق نشوونما کو لاحق ہوتے ہیں۔

ٹی ایس ایچ بلند سطح آیوڈین کی کمی کو ظاہر کرتی ہے۔ سروے کی مدت کے دوران فیڈرل گورنمنٹ سروسز ہسپتال اسلام آباد، گنگارام ہسپتال لاہور، سول ہسپتال کراچی اور لیڈی ڈفرن ہسپتال کوئٹہ میں پیدا ہونے والے بچوں سے سیمپل لئے گئے۔ توقع تھی کہ یہ نتائج ان شہروں کی شہری آباد سے مطابقت رکھتے ہوں گے۔

یہ نتائج جو ایک چارٹ کی صورت میں پیش کئے گئے ہیں واضح طور پر اونچے ٹی ایس ایچ لیول کی نشاندہی کرتے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت، یونیسف اور آئی سی سی، آئی ڈی ڈی کے معیارات کے مطابق ۴۰ فیصد سے اوپر ٹی ایس ایچ شدید آئی ڈی ڈی مسئلے کی نشاندہی کرتی ہے۔ ان اعدادوشمار پر مبنی مذکور بالا چاروں شہروں کے اعداد وشمار سنگین آئی ڈی ڈی کے مسائل کے زمرے میں شامل کئے جاسکتے ہیں۔ حالانکہ پہلے یہ تصور کیا جاتا تھا کہ آیوڈین کی قلت کا مسئلہ صرف پہاڑی علاقوں تک محدود ہے لیکن اب اس بات کی تصدیق ہوچکی ہے کہ یہ مسئلہ ملک گیر ہے۔

نتائج

سائنسی نتائج سے شہری علاقوں میں جہاں یہ بچے رہتے ہیں بڑے پیمانے پر اور سنگین آئی ڈی ڈی مسائل کی موجودگی کا اظہار ہوتا ہے۔ جن بچوں کا ٹیسٹ کیا گیا ان میں ۷۰ فیصد سے زائد میں آیوڈین کی کمی پائی گئی۔ یہ اعدادوشمار ثابت کرتے ہیں کہ آئی ڈی ڈی تمام صوبوں کے شہروں میں ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس سے بڑے پرزور انداز میں یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ دیہی علاقوں میں بھی موجود ہے اور پورے ملک میں نمک میں آیوڈین شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں آئی ڈی ڈی کے خاتمے کے لئے نمک میں آیوڈین کی لازمی شمولیت بہت ضروری ہے۔

ملک بھر میں انسانی اور جانوروں کی ضروریات کے لئے استعمال ہونے والے تمام نمک میں آیوڈین شامل کرنے کی لاگت صرف تین روپے فی کس سالانہ ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنانے کی بہت کم قیمت ہے کہ پاکستان ۱۰ سے ۱۳ آئی کیو پوائنٹس کا نقصان نہیں اٹھائے گا۔ یہ ایک ایسا نقصان ہے جو آبادی کے ایک بڑے حصے کی ذہنی ترقی کی استعداد کو کم کرتا ہے جس کے نتیجے میں سیکھنے کا عمل سست ہوجاتا ہے اور تعلیم پر کی گئی سرمایہ کاری ضائع ہوجاتی ہے۔ نارمل آئی کیو ۱۰۰ کے لگ بھگ ہوتا ہے آئی کیو کے دس پوائنٹس کا نقصان بچے کی سیکھنے کی صلاحیت کو کم کردیتا ہے۔ بچے کا ذہن رکھنے والے بالغوں میں مورنز کا آئی کیو ۸۰ یا اس سے بھی کم ہوتا ہے اور اگر پاکستان سمیت ترقی پذیر ملکوں میں بہت سے بچوں کا آئی کیو ۹۵ یا ۹۰ پوائنٹس سے کم ہوجائے تو آئی ڈی ڈی کو تیسری دنیا کے ملکوں کی سست رفتار ترقی کا ایک بڑا سبب سمجھنا چاہئے۔

اس کا حل ان تمام لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو نمک کی کان کنی، پروسسنگ، تیار، نقل وحمل اور فروخت کا کام کرتے ہیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں تو آپ ہماری بات پر یقین کرلیں کہ اس ملک کی ترقی کا دارومدار بڑی حد تک ایک مائیکروگرام آئیوڈین یومیہ کی مقدار پر ہے۔ انسانی استعمال کے تمام نمک میں آیوڈین شامل نہ کرنا ہماری آنے والی نسلوں کے خلاف ایک مجرمانہ فعل ہے۔

شہر	نمونوں کی تعداد	اونچی ٹی ایس ایچ شرح والے بچوں کا فیصد
اسلام آباد	201	74
لاہور	256	81
کراچی	148	61
کوئٹہ	279	64
میزان	884	72

ڈاکٹر مشتاق اے خان
نیشنل کوآرڈی نیٹر
آئی ڈی ڈی، اسلام آباد
جیمز سپرائیڈر
یونیسف نمائندہ پاکستان

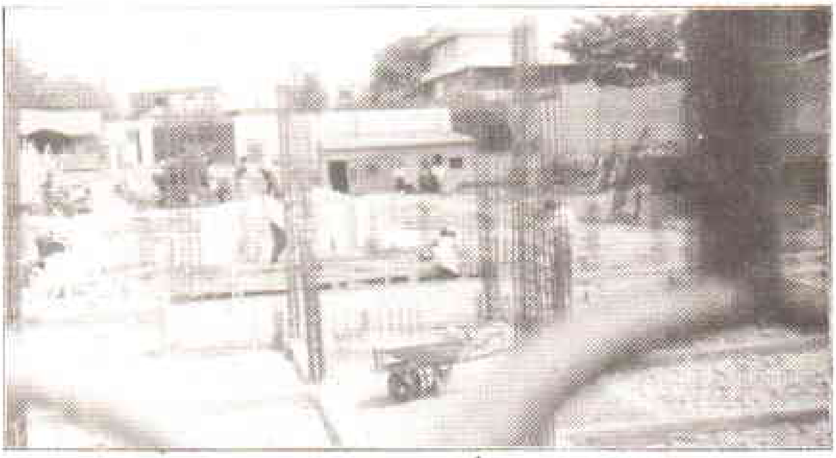

کے بی سی اے نگراں کمیٹی کا دوسرا ورکشاپ

کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کی نگراں کمیٹی کا دوسرا اجلاس مقامی ہوٹل میں فریڈرک نومان فاؤنڈیشن کے تعاون سے منعقد ہوا جس میں کمیٹی کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا۔

اجلاس میں کے بی سی اے کی نگراں کمیٹی اور سب کمیٹیوں کے ارکان' این جی اوز' متعلقہ شہریوں' ماہرین' ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔

اجلاس کے اغراض ومقاصد

☆ نگراں کمیٹی کی کارکردگی بڑھانا
☆ مشکلات اور مسائل کی نشاندہی اور ان کا حل تجویز کرنا
☆ شہریوں کے سامنے نگراں کمیٹی کے کام کو مزید شفاف بنانا۔

اجلاس کی کارروائی

خطیب احمد نے تعارفی تقریر کی جس میں انہوں نے اجلاس کے انعقاد کی وجوہات اور اس کے مقاصد بتائے۔ جبکہ رولینڈ ڈی سوزا نے اجلاس کے شرکاء کو کے بی سی اے کی عوامی شراکت اور ٹرانسپیرنسی سب کمیٹی کی کارکردگی کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ بیشتر لوگوں کو تعمیراتی قوانین اور قواعدوضوابط سے واقفیت نہیں ہے اس لئے اس مسئلے پر عوام میں شعورو معلومات بڑھانے کے لئے ایک "پبلک انفارمیشن کاؤنٹر" کھولا گیا ہے۔ انہوں نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ پبلک انفارمیشن کاؤنٹر کی افتتاحی تقریب میں نگراں کمیٹی کے ۱۹ میں سے صرف چار ارکان نے شرکت کی۔

ڈی سوزا محسوس کرتے ہیں کہ عوام میں آگہی پیدا کرنے سے بدانتظامی کے امکانات اور مواقع کم ہوجاتے ہیں۔ انہوں نے اس بات پر عدم اطمینان کا اظہار کیا کہ کے بی سی اے پبلک انفارمیشن کاؤنٹر کے معاملے میں پوری طرح شریک نہیں ہورہی ہے۔

پروفیسر محمد نعمان نے شرکاء کو سب کمیٹی کے فرائض اور اب تک حاصل ہونے والے مقاصد کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے بتایا کہ کمیٹی نے اب تک جن معاملات پر غور کیا ہے ان میں قانونی شعبے کی کارکردگی' آرکیٹکٹس اور انجینئرز کے لائسنسوں کی معطلی' پارکنگ کے ضمنی قوانین اور عوامی شعبے کے منصوبے شامل ہیں۔ پروفیسر نعمان نے کے بی سی اے کے عدم تعاون پر سخت نکتہ چینی کی اور کہا کہ اب تک صرف ۲۰ فیصد مقاصد پر غور کیا گیا ہے۔ انہوں نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ نگراں کمیٹی اور سب کمیٹیوں کی ایک بھی سفارش کے بی سی اے کے قواعد وضوابط میں شامل نہیں کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ کے بی سی اے کی نگراں کمیٹی کی کارکردگی کو بہتر بنانے کی فوری اور اشد ضرورت ہے اور یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ بہتری کے لئے سیاسی عزم کا مظاہرہ کرے۔

عمومی بحث کے دوران اجلاس کے شرکاء کا خیال تھا کہ فلاحی پلاٹوں کے

اس امر کی خاصی شہادتیں موجود ہیں کہ نگراں کمیٹی کے دو ماہ کے اندر اندر ہی اس کا کردار بے معنی ہو کر رہ گیا تھا

بارے میں دستاویز تیار کر کے اسے عوام تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ قاضی فائز عیسیٰ نے تجویز پیش کی کہ ایسے تمام پلاٹوں پر معلوماتی تختیاں لگائی جائیں۔

غیر ضروری اور غیر پیداواری سیاسی مداخلت پر افسوس کا اظہار کیا گیا اور یہ محسوس کیا گیا کہ کے بی سی اے کے افسران کے تبادلے دو سالہ تقرری کی بنیاد پر ہونے چاہئیں کیونکہ ہر دو تین ماہ بعد تبادلوں سے بڑے پیمانے پر الجھنیں پیدا ہوتی ہیں اور سسٹم کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ رولینڈ ڈی سوزا نے تجویز پیش کی کہ نگراں کمیٹی کے مینڈیٹ اور دائرہ کار میں اضافہ کیا جائے' ناکافی عملے کا معاملہ بھی زیر بحث آیا۔

کے بی سی اے کی سب کمیٹیاں

(الف) سب کمیٹی برائے قواعد وضوابط ومانیٹرنگ

مسٹر فرحت عادل

مسٹر آفتاب محمد

(ب) سب کمیٹی برائے عوامی شرکت وشفاف پن

مسٹر رولینڈ ڈی سوزا

مسٹر قاضی فائز عیسیٰ

(ج) سب کمیٹی برائے فوری سفارشات

پروفیسر محمد نعمان   مسٹر فرحت عادل

مسٹر زائد الواسطی (ڈی جی کے ڈی اے کے نامزد کردہ)

(د) سب کمیٹی برائے فوری اصلاح کارکردگی :

مسٹر آفتاب احمد ۔ مسٹر رولینڈ ڈی سوزا ۔ مسٹر فرحت عادل

گردوپیش پر نگاہ

شہری برائے بہتر ماحول شہریوں کے مسائل کے حل کا خواہش مند ہے اس کے لئے آپ کا تعاون لازمی ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ ایسے مسائل کے بارے میں لکھیں جو ماحولیاتی آلودگی کا سبب ہیں۔

فضا میں معلق موت

چاندنی سینما' سبزی منڈی کراچی کے عقب میں بلڈنگ نمبر CA-67 اے کی زیر تعمیر بالکونی کے ساتھ ساتھ ۱۱ کے وی کی بجلی کی لائن گزرتی ہے۔ درخواست ہے کہ اس ۱۱ کے وی لائن میں بجلی کی سپلائی فوری طور پر بند کی جائے۔ میرا ایک دوست اس علاقے میں رہتا ہے جو یہ مسئلہ میرے علم میں لایا ہے۔ اس علاقے میں بچے اکثر کھیلتے رہتے ہیں اور یہ لائن ان کی جانوں کے لئے مسلسل خطرہ بنی ہوئی ہے۔

اسی سے ملحق ایک اور زیر تعمیر عمارت ہے جس کی پہلی منزل کھمبے پر نصب ٹرانسفارمر اور اس کے ۱۱ کے وی بیرونی کنڈکٹر کو چھو رہی ہے۔ اس کا پلاٹ نمبر سی یو-۲۷ ہے یہ بھی اس عمارت میں کام کرنے والے مزدوروں کے لئے فوری موت کا سبب بن سکتا ہے۔ لہٰذا درخواست ہے کہ ۱۱ کے وی کی لائن کی بجلی فوری طور پر منقطع کی جائے جب تک کہ لوگوں کے تحفظ کو یقینی نہ بنادیا جائے۔

ان مالکان عمارت کے لئے جو کہ ایسا خطرناک اور غیر قانونی کام کر رہے ہیں یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ اس عمارت کا بجلی کا کنکشن کاٹ دیا جائے۔ بجلی کے قواعد کے تحت ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کو ایسی عمارتوں کی تعمیر کی اجازت نہیں دینا چاہئے تھی۔ اس میں کے ای ایس سی کا بھی برابر کا قصور ہے جو اس غیر قانونی عمارت کو بجلی کی فراہمی مسلسل جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس کا مطلب جرم میں اعانت کرنا ہے۔

(ایم ہارون خان' ایف بی ایریا کراچی)

صدیقہ بانو، محمد عزیر اور سیف العارفین

موسیٰ کالونی ماحولیاتی آلودگی اور جرائم کی آماجگاہ!

- یہاں اکثریت برمیوں اور بنگالیوں کی ہے
- اس بستی میں سیوریج کے نظام کا کوئی وجود نہیں
- بیشتر مکانوں میں ہوا کے گزر کا کوئی انتظام نہیں
- علاقے میں مچھلی مارکیٹوں کا کچرا سڑتا رہتا ہے

موسیٰ کالونی کراچی کے منصورہ کے علاقے میں واقع ہے۔ یہ کالونی ۱۹۶۶ء میں ایک ہنگامی صورت حال کے نتیجے میں قائم ہوئی تھی۔ اس سال مون سون بارشوں کے موسم میں کراچی میں زبردست بارش ہوئی تھی اور لیاری کے علاقے میں سیلاب جیسی صورت حال پیدا ہوگئی تھی۔ لیاری ندی کے کناروں پر واقع بستیاں پوری طرح زیر آب آگئی تھیں۔ سینکڑوں افراد کی جانیں چلی گئیں اور ہزاروں افراد بے گھر ہوگئے تھے۔

جنرل موسیٰ خان اس وقت مغربی پاکستان کے گورنر تھے۔ انہوں نے بارش سے متاثرہ افراد کی فوری آباد کاری اور بحالی کے احکامات دیئے اور دوبارہ انہیں آباد کرنے کے لئے فیڈرل بی ایریا میں ریلوے لائن کے ساتھ ایک قطع اراضی بھی فراہم کیا گیا۔ اس بستی کے قیام میں جنرل موسیٰ کی ذاتی دلچسپی کی وجہ سے اس کا نام موسیٰ کالونی رکھا گیا۔

نسلی اعتبار سے یہاں ہر طرح کے لوگ آباد ہیں لیکن اکثریت برمیوں اور بنگالیوں کی ہے۔ موسیٰ کالونی تقریباً" آٹھ ہزار چھوٹے مکانوں پر مشتمل ہے اور آبادی کا تخمینہ ایک لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ یہاں رہنے والوں کی اکثریت عورتیں اور مرد سبھی محنت مزدوری کرتے ہیں۔

موسیٰ کالونی ہنگامی حالات میں کسی باقاعدہ پلاننگ کے بغیر ہی آباد کی گئی تھی لہٰذا بعد میں اسے باقاعدہ بنانے اور کنٹرول کرنے کی ضرورت تھی لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا۔ آج تیس سال گزر جانے کے بعد وہاں حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔

استعمال اراضی اور زوننگ کے تصورات کا وہاں کوئی گزر نہیں اور مقامی باشندے اپنی مرضی کے مطابق رہائشی اور تجارتی علاقے بنا رہے ہیں بلکہ رہائشی اور تجارتی علاقوں میں کوئی فرق ہی نہیں ہے اور بہت سے گھروں میں دکانیں بنی ہوئی ہیں۔

علاقے میں کوئی باقاعدہ پارک یا کھیل کا میدان نہیں ہے اور بیشتر کھلی جگہوں پر ناجائز قبضہ ہوچکا ہے۔ تفریحی سہولتوں کے فقدان کے باعث نوجوان اکثر جرائم، منشیات اور دوسرے سماجی جرائم کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں۔ موسیٰ کالونی میں کوئی ہسپتال نہیں ہے۔ صرف ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر گزشتہ پانچ سال سے ایک چھوٹا سا کلینک چلا رہا ہے۔ لہٰذا

> **موسیٰ کالونی ہنگامی حالات میں بغیر کسی باقاعدہ منصوبہ بندی کے آباد کی گئی تھی**

علاقے میں جعلی ڈاکٹروں کی بن آئی ہے اور باقاعدہ لائسنس کے بغیر متعدد فارمیسی اسٹور چل رہے ہیں۔ علاقے میں بیماریوں اور خصوصاً" دمے کا بہت زور ہے۔ بچوں کی شرح اموات بہت زیادہ ہے اور صفائی کے ناقص انتظامات کی وجہ سے اکثر وبائی امراض پھوٹ پڑتے ہیں۔ علاقے کی تعلیمی ضروریات صرف دو پرائمری اسکول پوری کر رہے ہیں۔ کالج اور یونیورسٹی کی بات جانے دیجئے اس پورے علاقے میں ثانوی سطح کا بھی کوئی اسکول نہیں ہے۔

رہائشی حالات انتہائی خراب ہیں۔ صرف ۳۰ فیصد مکینوں کے پاس باقاعدہ لیز ہے۔ بیشتر مکانات صرف ایک یا دو کمروں پر مشتمل ہیں جن میں ہوا کے گزر کا بھی کوئی انتظام نہیں۔ چھتیں ٹین یا ا۔سبسٹاس کی چادروں کی بنی ہوئی ہیں۔ باقاعدہ سیوریج اور ڈرینج کے نظام کا کوئی وجود نہیں ہے جس کی وجہ سے کچرہ اور گندگی جمع ہوتی رہتی ہے اور گندگی کی وجہ سے پیدا ہونے والی بیماریاں عام ہیں۔ مکانات کے درمیان بہ مشکل دو سے چار فٹ چوڑی گلیاں ہیں۔ کئی مواقع پر تو جنازے گھروں کی چھتوں پر سے باہر لائے گئے۔

صرف تقریباً" ۲۰ فیصد باشندوں کو نل کا پانی دستیاب ہے۔ یہ نل بھی ۱۹۷۴ء میں لگائے گئے تھے۔ باقی آبادی پانی خرید کر استعمال کرتی ہے جو ان کی قلیل آمدنیوں پر ایک اضافی بوجھ ہے۔ نلوں سے آنے والا پانی بھی اکثر سیوریج کے پانی سے آلودہ ہوتا ہے اور لوگ اس پانی کو بھی ابالے بغیر استعمال کرتے ہیں لہٰذا پیٹ کے امراض عام ہیں۔ چونکہ گجرو نالہ آبادی کے قریب سے گزرتا ہے لہٰذا یہاں کنویں بھی نہیں کھودے جاسکتے۔ ہر جگہ گٹر ابلتے نظر آتے ہیں بعض جگہوں پر تو گندے نالے گھروں میں سے گزرتے ہیں اور گھروں میں سیوریج کا پانی کھڑا ہوتا ہے۔ گٹروں کے ڈھکنے غائب ہوتے ہیں اور کھلے مین ہول عام طور پر کچرہ پھینکنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

یوں تو کچرہ ہر جگہ پھینک دیا جاتا ہے لیکن کچرے کے سب سے بڑے انبار ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں یہ کچرہ عام طور پر گھروں، گھریلو صنعتوں، تجارتی علاقوں کا ہوتا ہے اس کے علاوہ گوبر، مچھلیوں، پولٹری اور مذبح خانوں کی باقیات بھی اس میں شامل ہوتی ہیں۔

باقی صفحہ ۲۲

رضیہ خطیب

ٹھوس کچرے کو کھاد میں تبدیل کیجئے

کراچی میں ٹھوس کچرہ پیدا کرنے کی شرح نصف کلو فی کس یومیہ ہے (جو گھریلو اور تجارتی ذرائع سے پیدا ہوتا ہے) اندازہ لگایا گیا ہے کہ کراچی میں روزانہ چھ ہزار ٹن سے زائد کچرہ پیدا ہوتا ہے۔

۱) تخمیناً "۸۹ فیصد کچرے کی ری سائیکلنگ کی جاسکتی ہے جس میں سے تقریباً" ۵۴،۵۵ فیصد گلنے سڑنے والا نامیاتی مادہ ہوتا ہے (سبزیوں، پھلوں کے چھلکے، کچن اور باغ کا کچرہ)

۲) اس میں ۳۴،۳۵ فیصد ہڈیاں، دھات، ٹین، پلاسٹک، کاغذ شیشہ وغیرہ ہوتا ہے جسے کراچی میں بڑے موثر طور پر ری سائیکل کیا جارہا ہے۔

ٹھوس کچرے کے بندوبست میں کمیونٹی کی شرکت

ٹھوس کچرے کو ٹھکانے لگانا، صفائی کے شہری نظام کا بنیادی حصہ ہوتا ہے۔ غیر مناسب انداز میں کچرے کو ٹھکانے لگانے سے شہری صحت کے سنگین خطرات سے دوچار ہوتے ہیں۔

کچرے کی صفائی کا پورا کام صرف کے ایم سی اور دوسرے متعلقہ اداروں پر نہیں چھوڑا جانا چاہئے کیونکہ ان کے وسائل محدود ہوتے ہیں۔ ماحول کو صاف ستھرا اور صحت مند رکھنے کے لئے گھر اور کمیونٹی کی سطح پر اپنی مدد آپ کی پالیسی اختیار کی جانی چاہئے۔ ماحول کو آلودگی سے پاک رکھنے کے لئے کمیونٹی کی شرکت لازمی ہے۔ گھریلو سطح پر کچرے کی کمپوسٹنگ ایک ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعے کمیونٹی کو شریک کیا جاسکتا ہے۔

کمپوسٹنگ کیا ہے؟

کمپوسٹنگ ایک ایسا ضروری عبوری مرحلہ ہے جس کے ذریعے زندگی کی تجدید ہوتی ہے اور جب سے کرہ ارض پر زندگی کا آغاز ہوا ہے یہ عمل جاری ہے۔ ہزاروں سال پہلے چینی اپنی انتہائی گنجان آبادی کے لئے غذائی ضروریات پیدا کرنے کے لئے اپنی زرعی پیداوار بڑھانے کی غرض سے آرگینک کچرے کی ری سائیکلنگ کی تکنیک استعمال کرتے تھے۔

زراعت کی درسی کتابوں میں کمپوسٹ کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ "یہ ایسا کھاد کا مرکب ہوتا ہے جس میں جزوی طور پر گلا سڑا نامیاتی مادہ جو پودوں اور جانوروں سے حاصل ہو" اس میں راکھ، چونا اور کیمیاوی اشیاء بھی شامل ہیں۔

کمپوسٹنگ کے لئے دو بنیادی ضروری تقاضے ہیں۔

☆ کمپوسٹنگ کے لئے مواد نامیاتی قسم کا ہونا چاہئے۔

☆ کمپوسٹ کے ڈھیر میں مناسب حالات ہونے چاہئیں تاکہ مواد صحیح طور پر گل سڑ سکے (یعنی نمی، حرارت ہوا وغیرہ)

کمپوسٹنگ کے فوائد

☆ یہ مواد کو محفوظ اور ری سائیکل کرتی ہے تاکہ اس کچرے سے جو اشیاء تیار ہوں وہ زیادہ مالیت کی ہوتی ہیں (پلاسٹک، کاغذ وغیرہ)

☆ اس سے ماحول آلودگی اور انحطاط سے بچ جاتا ہے

☆ اس سے علاقے کے ٹھوس کچرے کو ٹھکانے لگانے کے پروگرام کے لئے مقامی لوگوں کو جزوی یا کلی مالی امداد مل سکتی ہے۔

☆ اس سے اس کچرے کی مقدار کم ہوجاتی ہے جو شہری اداروں کو اٹھا کر لے جانا پڑتا ہے۔

کمپوسٹ میں ہوسکتا ہے کہ وہ تمام غذائی اجزاء معقول تعداد میں موجود ہوں یا نہ ہوں جو پودے کی نشوونما کے لئے درکار ہوتے ہیں لہٰذا اس کے ساتھ گوبر کی کھاد یا تھوڑی مقدار میں کیمیاوی کھاد استعمال کرنی چاہئے۔ کمپوسٹ میں مندرجہ

ذیل طبی خصوصیات ہوتی ہیں۔

☆ اس میں پانی کو روکنے کی استعداد ہوتی ہے

☆ اس سے مٹی بھربھری ہو جاتی ہے

☆ اس سے مٹی کا ڈھانچہ بنتا ہے

☆ یہ سیم کو کنٹرول کرتی ہے

☆ اس سے زمین کی زرخیزی بڑھتی ہے اور پودے کی افزائش میں مدد ملتی ہے

کمپوسٹ کیسے بنائی جائے

پہلے کچرے کو الگ کیا جائے۔

۱) خشک اشیاء (ہڈیاں، شیشہ، دھاتیں، ٹین، پلاسٹک وغیرہ)

۲) گیلی اشیاء (گلنے سڑنے والا نامیاتی مادہ)

گھریلو اور کمیونٹی کی سطح پر کمپوسٹنگ سے نہ صرف ماحول صاف ستھرا رہتا ہے بلکہ کمپوسٹ زمین کی زرخیزی کو بہتر بنانے اور گرین بیلٹ بنانے میں اچھی کھاد کا کام کرتی ہے۔

۱) کچرے کو چھانٹیں اور بھاری اور ایسے مواد کو الگ کردیں جس پر کیمیاوی عمل نہ ہو سکے

۲) پکی زمین یا گڑھے میں تنکے یا گھاس پھوس ڈال کر بنیاد بنائیں

۳) چھ سے بارہ انچ موٹی سبز مواد (نامیاتی کچرے کی ایک تہہ جمائیں۔)

۴) اس پر کھاد، مرغیوں کی بیٹ کی ایک دو یا تین انچ موٹی تہہ جمائیں یا پھر جاریہ کمپوسٹنگ عمل سے مواد لیکر جاگ لگائیں

۵) اس پر مٹی، چونا اور پانی چھڑکیں

۶) ان تہوں کو بار بار لگاتے جائیں حتیٰ کہ یہ ڈیڑھ سے ڈھائی میٹر اونچی ہو جائیں

۷) اسے تنکوں اور گھاس پھوس کی ایک تہہ سے ڈھانپ دیں

۸) ہر پانچ دن کے وقفے کے بعد تین مرتبہ اس ڈھیر کو الٹ پلٹ کریں (یا اسے پانچ چھ ماہ کے لئے یونہی چھوڑ دیں)

۹) تخمیری عمل کے بعد اس مواد کو ہوا میں خشک کریں

۱۰) مواد کی جانچ پڑتال کر کے کمپوسٹ شدہ اور کمپوسٹ نہ ہونے والے اجزاء کو الگ کردیں

۱۱) کمپوسٹ شدہ مواد کو کامل ہونے کے لئے چھوڑ دیں

نوٹ : صرف ایک ہی قسم کے مواد سے ڈھیر نہ بنائیں

۲) ڈھیر کو دبا کر گٹھا ہوا نہ کریں

(رضیہ خطیب پی سی ایس آئی آر کی چیف سائنٹفک افسر تھیں اور شہری کی رکن ہیں)

جونیئر شہری

ری سائیکلنگ کیا ہے؟

ری سائیکلنگ پھینک دی جانے والی اشیاء کی پروسیسنگ اور ٹریٹ منٹ ہے تاکہ انہیں دوبارہ استعمال میں لایا جاسکے۔ جن اشیاء کی عام طور پر ری سائیکلنگ کی جاتی ہے ان میں الومنیم، شیشہ اور کاغذ شامل ہیں۔

جب ہم ری سائیکل کرتے ہیں تو جگہ بچاتے ہیں۔ جو اشیاء پھینک دی جاتی چاہئیں انہیں رکھا جاتا ہے اور انہیں دوبارہ استعمال کیا جاتا ہے۔ بیرونی مقامات کچرے کے انبار سے اٹے ہوئے ہونے کے بجائے کھلے اور صاف رہتے ہیں۔ جب ہم ری سائیکل کرتے ہیں تو قدرتی وسائل بچاتے ہیں۔ ری سائیکلنگ کے عمل میں پرانے مواد سے نئی مصنوعات تیار کی جاتی ہیں اور اس طرح سے کم میٹریل استعمال ہوتا ہے۔ ری سائیکلنگ سے جگہ، توانائی اور وسائل کی بچت ہوتی ہے اور یہ تینوں وہ چیزیں ہیں جنہیں ہم ضائع کرنے کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اس سے فضا اور پانی کی آلودگی کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

○ ایک الومنیم کے ڈبے کی ری سائیکلنگ کے نتیجے میں خام مال سے نیا الومنیم کا ڈبا بنانے کے مقابلے میں پانی کی آلودگی ۹۷ فیصد اور فضائی آلودگی ۹۵ فیصد کم ہو جاتی ہے۔

○ شیشے کے جگ کی ری سائیکلنگ سے اتنی توانائی کی بچت ہوتی ہے کہ اس سے ۱۰۰ واٹ کا ایک بلب چار گھنٹے تک جلایا جاسکتا ہے۔

○ ردی کاغذ سے نئی کاغذی مصنوعات تیار کرنے میں ووڈ پلپ سے نیا کاغذ تیار کرنے کے مقابلے میں ایک تہائی کم توانائی صرف ہوتی ہے۔ اس سے درختوں کی بچت ہوتی ہے اور فضائی آلودگی میں ۷۴ فیصد کمی ہوتی ہے۔

ری سائیکلنگ کی مثالیں

○ ری سائیکلنگ یہ ہے کہ ردی کاغذ کو دوبارہ گودا بنادیا جائے اور پھر اس گودے سے نیا کاغذ بنایا جائے۔

○ ری سائیکلنگ یہ ہے کہ استعمال شدہ شیشے کی بوتلوں کو چھوٹے ٹکڑوں میں کچل کر اسے پگھلا کر نیا شیشہ بنایا جائے۔

○ ری سائیکلنگ یہ ہے کہ الومنیم کے ڈبوں کو پگھلا کر اس سے نئی چادر بنائی جائے اور پھر ان چادروں سے نئے الومنیم کے ڈبے بنائے جائیں۔

○ ری سائیکلنگ یہ ہے کہ کٹی ہوئی گھاس کو نباتاتی کچرے کے ساتھ ملا کر کھاد تیار کی جائے۔

باقی صفحہ ۲۲ پر

فرسٹ ویمن بینک کی پرائیویٹائزیشن

موجودہ حکومت نے برسراقتدار آتے ہی بہت سی وزارتیں عابدہ حسین کو پکڑا دی تھیں۔ جن میں سے ایک وزارت خواتین بھی تھی۔ متعلقہ محکموں کی خواتین کا کہنا ہے کہ عابدہ حسین کے ساتھ ان کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ بہت کچھ جانتی تھیں۔ وہ انہیں کوئی بات بتانا چاہتیں تو وہ انہوں نے پہلے سے سن رکھی ہوتی۔ اب تہمینہ دولتانہ کے ساتھ وہ لوگ بہت خوش ہیں کہ وہ کچھ نہیں جانتیں۔ انہوں نے پہلے سے کچھ نہیں سن رکھا ہوتا۔ اس لئے وہ سب کی بات سنتی ہیں۔ لیکن کرنا کیا ہے۔ کیا کرنا چاہئے۔ اس کا اللہ مالک ہے۔ انہوں نے یاؤلا کی تقریب میں وفاشعار وزیر کی طرح حکومتی پالیسی کی پاسداری کرتے ہوئے کہا کہ آپ مغرب کی طرف نہیں۔ مشرق کی جانب دیکھیں۔ انڈونیشیا اور ملائشیا کی عورتوں کی مثال لیں۔ ان کا کہنا تھا کہ فرسٹ ویمن بینک پرائیویٹائز ہو گیا تو کیا ایک اور ویمن بینک قائم کر دیا جائے گا۔

یہ ایک عام روش ہے کہ ہر سابقہ حکومت کے ترقیاتی منصوبے ناکارہ ہوتے ہیں۔ پچھلے دور میں شروع کی گئی سڑکیں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں۔ ادارے ناقص، کارکن فالتو اور نااہل قرار دیئے جاتے ہیں۔ پلوں اور فلائی اوورز کے ٹھیکے دار بے ایمان ہوتے ہیں۔ اس لئے دیانت دار ٹھیکے داروں کے لئے ٹینڈر جاری کرنا ضروری ہوتا ہے۔ سب کچھ ادھیڑو۔ پھر سے بناؤ کہ ترقیاتی کاموں کے لئے نام رہے ہمارا۔ انہی پالیسیوں کی وجہ سے ہم جو چند قدم آگے بڑھتے ہیں واپس نقطہ آغاز پر آکھڑے ہوتے ہیں۔

عورتوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے اور انہیں نجی کاروبار کے لئے چھوٹے قرضے دینے کی خاطر فرسٹ ویمن بینک قائم کیا گیا تھا۔ مذکورہ بینک کی سالانہ رپورٹ کے مطابق فرسٹ ویمن بینک نے قیام کے بعد ۶۷۰ ملین عورتوں کو قرضے دیئے۔ اس میں سے ۱۲۱ ملین چھوٹے قرضے اور ۹۰۰۰ قرضے دیہی علاقوں کی غریب عورتوں کو فراہم کئے گئے۔

ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے جب حکومت کی جانب سے ۲۸ جولائی ۱۹۹۷ء کو فرسٹ ویمن بینک کو پرائیویٹائز کرنے کا اعلان کیا تو عورتوں کی متعدد تنظیموں نے پرائیویٹائزیشن کمیشن، وزیراعظم اور وزارت خواتین کی وفاقی وزیر تہمینہ دولتانہ سے رابطہ قائم کیا کہ پاکستانی عورتوں کے لئے خصوصی طور پر قائم کئے گئے اس بینک کی نج کاری کو روکا جائے۔ اس سلسلے میں تنظیموں کی نمائندوں اور حکومتی ارکان کے مابین تبادلہ خیال ہوا۔ حکومت کی جانب سے بہت سے دلائل دیئے گئے جو عورتوں کی نمائندوں کے لئے تسلی بخش نہیں تھے۔ ان کا اصرار تھا کہ یہ اقدام نہ اٹھایا جائے۔ اس بینک کی بولی نہ لگائی جائے۔ اسے کمرشل بینک نہ بنایا جائے۔

> **ہر سابقہ حکومت کے ترقیاتی ادارے ناقص، کارکن فالتو اور منصوبے ناکارہ ہو جاتے ہیں نااہل قرار دیئے جاتے ہیں**

اس دوران بینک کی کارکردگی کے بارے میں قومی پریس میں کچھ تنقید بھی شائع ہوئی۔ اس پر خواتین کی تنظیموں کا مدعا تھا کہ ایک پبلک سیکٹر کے ادارے کی جوابدہی نسبتاً آسان ہے۔ بہرحال مثبت اقدامات سے بینک کی کارکردگی بہتر بنانا ممکن نہیں ہے تاکہ وہ اپنے قیام کا مقصد بخوبی پورا کر سکے۔ بے شک بینک میں بہتر اور بامقصد کارکردگی کی خاصی گنجائش تھی۔ لیکن معتبر ذرائع کے مطابق پرائیویٹائزیشن کمیشن کی تیار کردہ مارکیٹنگ یادداشت میں بینک کو مالی طور پر قابل حیات قرار دیا گیا تھا۔ دوسرے الفاظ میں بینک مالی اعتبار سے کسی بھی بڑے کمرشل بینک کے مقابلے میں زیادہ صحت مند ہے۔ گویا یہ بینک کسی طرح بھی حکومت پر بوجھ نہ تھا۔ لیکن ان تمام باتوں سے قطع نظر فرسٹ ویمن بینک کی "شفاف" نج کاری کردی گئی۔

اور ہمارے صدر پاکستان کہتے ہیں۔ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ پریس آزاد ہے اور عورتیں خوش ہیں۔

تہمینہ دولتانہ کا کہنا ہے کہ فرسٹ ویمن بینک کو نجی شعبے میں دے دیا گیا تو کیا۔ اس کی افادیت ختم نہیں ہوگی۔

یعنی کیا ہوا جو بینک کی انتظامیہ تبدیل ہو گئی۔ اپنے ہی لوگ ہیں۔ فکر نہ کریں وہ آپ کی اقتصادی ترقی میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ پھر جب ایسا ہی ایک بینک کھل جائے گا تو آپ کے وارے نیارے ہو جائیں گے۔

ش۔ فرخ

بقیہ ⇦ بلدیاتی انتخابات

کنٹریکٹرز اور کنسلٹنٹس اہم ترقیاتی کاموں سے دور رہتے ہیں۔ ان اداروں میں تھوڑی بہت جو ترقی ہوتی ہے اسے ان اداروں کی سیاست بازی ماردیتی ہے۔ ایک انتظامیہ بڑی دھوم دھام سے جس پراجیکٹ کا افتتاح کرتی ہے دوسری انتظامیہ اسے غیرضروری قرار دے کر ختم کردیتی ہے۔ لہٰذا کسی حقیقی منصوبہ بندی یا ترقیاتی عمل کی عدم موجودگی میں بلدیاتی افسران جو کچھ بچا کھچا باقی رہ گیا ہے اسی کی بدانتظامی میں مصروف رہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ بلدیاتی انتخابات یہ سب مسائل حل کردیں گے اس میں کوئی شک نہیں کہ بلدیاتی انتخابات وقت کی اہم ترین ضرورت ہیں لیکن یہ جاریہ بحران کا واحد حل نہیں ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ بلدیاتی اداروں میں پالیسی پر مبنی وسیع پیمانے پر اصلاحات کی جائیں۔ کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن کی مرکزیت ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے زیادہ تر کام اور اختیارات کونسل کی سطح پر منتقل کیے جانے چاہئیں۔ شہر کے انتظام کے سلسلے میں نجی شعبے اور این جی اوز/سی بی اوز کی مدد لی جانی چاہیے۔ شہری اداروں، آزاد ماہرین ترقیات، انجینئرز اور ماہرین تعلیم کی شہر کے تمام بڑے ترقیاتی منصوبوں میں ہر سطح پر شمولیت کو یقینی بنایا جائے۔ یہ کردار اختیاری نہ ہو بلکہ اسے باقاعدہ شکل دی جائے۔ یہ کام "رہنما کمیٹیوں" کی تشکیل کے ذریعے انجام دیا جاسکتا ہے جو کہ بڑے بڑے شہری منصوبوں پر عملدرآمد کی مانیٹرنگ کرسکتی ہیں اور شہریوں کے نمائندوں اور سرکاری افسران پر مشتمل ہوسکتی ہیں ان کے ذریعے عوام کی شرکت اور شفاف پن کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

بعض ماہرین کا خیال ہے کہ چونکہ ایک پراجیکٹ کے مختلف مراحل میں کئی اداروں کا حصہ ہوتا ہے، کچھ منصوبہ بندی کرتے ہیں اور کچھ ان پر عملدرآمد، ان اداروں کے درمیان باہمی رابطے اور تعاون کا فقدان منصوبوں کی ہموار تکمیل کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لہٰذا بہتر یہ ہوگا کہ ایک ہی "میٹروپولیٹن باڈی" ہو جسے شہر کی منصوبہ بندی اور ترقیات کا کام سونپا جائے۔ مقامی افسروں کے انتخابات، تقرری اور تبادلے کے لئے صرف ایک ہی شرط یعنی میرٹ ہونی چاہیے۔

یہ بھی محسوس کیا گیا ہے کہ ہمارے پھیلتے اور بڑھتے ہوئے شہروں کی مطابقت سے ان کی خصوصی ضروریات اور تقاضے بھی بڑھ رہے ہیں، لہٰذا اسے تسلیم کرتے ہوئے انچارج افسروں کو اضافی مراعات اور سہولتیں بھی دی جائیں تاکہ ان اداروں میں ایسا کوالیفائڈ عملہ آسکے جو اس سنگین چیلنج کا مقابلہ کرسکے۔

ہم قومی سطح پر جتنے چاہیں شاندار منصوبے بناسکتے ہیں لیکن اگر ان منصوبوں کے ثمرات نیچے عام آدمی تک نہیں پہنچتے تو پھر یہ کارعبث ہے۔ ایک مضبوط بلدیاتی ڈھانچے کے ذریعے نچلی ترین سطح پر تبدیلیوں کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

آیئے ہم حالات کو اس مقام تک نہ پہنچنے دیں جہاں آنے والے برسوں میں جب ماہرین آثارقدیمہ موجودہ شہر کراچی کے کھنڈرات تلاش کریں تو انہیں معلوم ہو کہ یہ شہر پتھروں اور راکھ میں دبا ہوا ہونے کے بجائے کچرے کے انبار تلے دبا ہوا تھا۔

(فرحان انور انگلش شہری کے ایڈیٹر ہیں)

بقیہ ⇦ ساحلی نظام

ری سائیکلنگ کے اقدامات

۱) **جمع کرنا**. اس سے مراد استعمال شدہ اشیاء مثلاً شیشہ، دھات، کاغذ، پلاسٹک وغیرہ کو جمع کرنا ہے۔

۲) **چھانٹی** اس سے مراد ان کی نوعیت کے اعتبار سے چیزوں کو الگ الگ کرنا ہے۔ چھانٹی اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہر قسم کے میٹریل کی ری سائیکلنگ مختلف طریقے سے کی جاتی ہے۔

۳) **حصول** اس سے مراد ایسا عمل ہے جس کے ذریعے جمع شدہ میٹریل میں سے وہ میٹریل الگ کرلیا جائے جو دوبارہ استعمال ہوسکتا ہے اور جو دوبارہ استعمال نہیں ہوسکتا۔

۴) **دوبارہ استعمال** حاصل شدہ میٹریل کو نئی مصنوعات کی تیاری کے لئے استعمال کرنا دوبارہ استعمال کہلاتا ہے۔

(بہ شکریہ ارتھ بک فارکڈز)

بقیہ ⇦ موسیٰ کالونی

چونکہ اس کچرے کو بحفاظت ٹھکانے لگانے کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں ہے اور صرف آٹھ سے دس خاکروب کام کرتے دکھائی دیتے ہیں، یہاں کھلم کھلا کچرہ جلایا جاتا ہے جو صحت کے لئے ایک سنگین خطرہ ہے۔ علاقے میں بڑی بڑی مچھلی مارکیٹیں ہیں، جن کا کچرہ سڑتا رہتا ہے اور ماحول کو بری طرح آلودہ کرتا رہتا ہے۔

علاقے میں بڑے پیمانے پر ڈیری فارمنگ بھی کی جاتی ہے اور بھینسوں کے باڑوں سے نکلنے والی غلاظت ایک اور عذاب ہے چونکہ اس گنجان آباد بستی میں بڑی گاڑیاں اندر نہیں جاسکتیں لہٰذا زیادہ تر ٹریفک اونٹ اور گدھا گاڑیوں پر مشتمل ہوتا ہے جن کی لید پوری کالونی میں پھیلی ہوتی ہے اور ماحول کو مزید آلودہ کرنے میں کا باعث ہے۔

زمین کی قیمت چونکہ بہت کم ہے اس لئے بہت سے لوگوں نے اس علاقے میں صنعتی یونٹ قائم کرلئے ہیں جن میں لیدر پروسیسنگ، سلائی، کپڑے کی رنگائی، چھپائی وغیرہ کے کارخانے شامل ہیں۔ ان کارخانوں میں استعمال ہونے والے کیمیکلز کا فضلہ انتہائی زہریلا ہوتا ہے لیکن اس کے ٹریٹ منٹ اور اسے ٹھکانے لگانے کا کوئی مناسب انتظام نہیں ہے۔

موسیٰ کالونی میں سہولتوں کے اعتبار سے کچھ بھی تو دستیاب نہیں ہے۔ نوجوان خطرناک حد تک منشیات کے استعمال کے عادی ہورہے ہیں۔ پناہ گزین عورتوں کی خریدوفروخت ایک اور بڑا اور منفعت بخش کاروبار ہے۔

(صدیقہ بانو، محمد عذیر اور سید سیف العارفین انجینئرنگ کے طلبہ ہیں)

بقیہ ⇦ جونیئر شہری

شروع کردیں گے کیونکہ تحفظ ماحول کے ادارے اب این ای کیو ایس نافذ کرائیں گے۔ امید ہے کہ اب صنعتی ادارے ساحلی نظام حیات کے ساتھ پرامن طور پر جینے کے لئے خود کو تیار کریں گے۔

(ڈاکٹر مرزا ارشد علی بیگ پی سی ایس آئی آر کے سابق ڈائریکٹر جنرل ہیں)

شہری کے لئے رضاکاروں کی ضرورت ہے

شہری کے مختلف منصوبے ذیل میں درج چھ ذیلی کمیٹیوں کی وساطت سے چلائے جاتے ہیں۔

- آلودگی کے خلاف۔
- میڈیا اور بیرونی روابط (نیوز لیٹر)
- قانونی (غیر قانونی عمارتیں)
- تحفظ ورثہ (پرانی عمارتیں)
- پارکس اور تفریح
- مالی حصول

ہر وہ شخص جو شہری کے جاری اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے مدد (رقم/فیس) کرنا چاہے اس سے گزارش ہے کہ وہ شہری کے دفتر تشریف لائیں یا فون، فیکس یا ای میل کے ذریعے شہری کے سیکریٹیریٹ سے رابطہ کریں۔

فرحان انور

بلدیاتی انتخابات کی اہمیت

حکومت کے حالیہ اعلان کے مطابق ملک بھر میں منعقد ہونے والے بلدیاتی انتخابات ایک بار پھر التوا کا شکار ہو گئے۔ اس بارے میں بہت سے خدشات کا اظہار پہلے سے ہی کیا جا رہا تھا۔ پھر بھی چنداں خوش امیدی قائم تھی۔ بلدیاتی انتخابات جمہوری عمل کا کس قدر اہم جزو ہیں۔ فرحان انور اس کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

سال ۱۹۹۷ء کا آغاز ملک کے انتظامی ڈھانچے کی اعلیٰ ترین سطح پر تبدیلیوں سے ہوا۔ رائے دہندگان نے نواز شریف اور ان کی پاکستان مسلم لیگ کو جو بھاری مینڈیٹ دیا وہ تبدیلیوں کے لئے ان کی دلی خواہش کا اعلان تھا۔ چنانچہ قومی اور صوبائی سطح پر نئی اسمبلیاں تشکیل پائیں اور جب نئے وزراء، مشیروں اور ایڈمنسٹریٹروں نے باگ ڈور سنبھالی تو عوام نے امیدوں اور اندیشوں کے ملے جلے جذبات کے ساتھ نتائج کا انتظار شروع کردیا۔ تاہم اس بات پر کچھ تشویش تھی کہ لوکل کونسلیں اور میٹروپولیٹن ادارے جنہیں دنیا بھر میں بنیادی تبدیلیوں کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے بدستور بدانتظامی کا شکار رہے، کیونکہ منتخب بلدیاتی اداروں کی عدم موجودگی میں ان کا انتظام غیر منتخب نامزد کردہ افراد چلارہے تھے۔ مقامی حکومت جسے بجاطور پر سب سے اہم ادارہ قرار دیا جاتا ہے ہمارے ملک میں ہمیشہ اسے غفلت اور لاپرواہی کے ساتھ نظرانداز کیا جاتا ہے۔

بلدیاتی اداروں کی کارکردگی کا اظہار ان شہروں اور قصبات کی حالت سے ہوتا ہے جن کی وہ نمائندگی کرتے ہیں۔ اگر ہمارے شہری مراکز کی خوش قسمتی یا بدقسمتی کوئی چیز ہے تو یوں لگتا ہے کہ ان کے میٹروپولیٹن اداروں کا وجود محض برائے نام ہے۔ شہروں کے آبرسانی اور سیوریج کے نظام زمانہ ہوا اپنی افادیت کھوبیٹھے ہیں اور اب مسلسل ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ کچرے کو صرف اس لئے ٹھکانے نہیں لگایا جاسکتا کہ ہم ابھی تک یہ طے نہیں کرپائے ہیں کہ اسے اکٹھا کیسے کیا جائے۔ کچرے کو ٹھکانے لگانے کا مناسب طریقہ غالباً" ہمارے ٹاؤن پلانرز نے مستقبل کی نسل کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ ہم اپنے ٹرانسپورٹ کے بحران کو حل کرنے کے لئے جو کوششیں کررہے ہیں ان کا موازنہ جب بعض ایسی اقوام سے کیا جائے جن کے وسائل اور افرادی قوت بھی ہماری جیسی ہے تو ہماری کوششوں کو زیادہ سے زیادہ قرون وسطیٰ کے دور کی کوشش قرار دیا جاسکتا ہے۔

کراچی کے زوال وانحطاط کی داستان جو کبھی ایشیا کے سب سے صاف ستھرے شہر سے موجودہ حال کو پہنچا ہے اور غالباً" اس خطے کا سب سے گندہ شہر بن گیا ہے۔ سرکاری بدانتظامی، منظم کرپشن، نااہلی اور فرائض اور ذمہ داریوں سے مجرمانہ غفلت کی افسوس ناک کہانی ہے۔ حادثات کی اس افسوس ناک کہانی میں دوسرے ابھرتے ہوئے شہروں کے لئے عبرت اور انتباہ ہے۔

منصوبے کے تینوں مرحلوں یعنی منصوبہ بندی، ترقی اور انتظام کو یکساں نقصان پہنچا ہے اور یکے بعد دیگرے ان ناکامیوں کا عمومی اثر تباہ کن ثابت ہوا ہے۔ ابتدائی برسوں میں بعض اچھے منصوبے بنائے گئے تھے لیکن ان کو مناسب طور پر عملی جامہ نہ پہنایا جاسکا جس کا سبب سیاسی عزم کا فقدان اور سرخ فیتے کی زیادتی تھی۔ آبادی کی سطح میں غیر معمولی اضافے کے پیش نظر، پالیسی پلاننگ میں عدم تسلسل کے باعث شہر کی بنیادی سہولتوں میں مسلسل زوال اور انحطاط آتا گیا اور اب یہ سہولتیں کم وبیش مکمل طور پر مفلوج ومعطل ہیں۔

بلدیاتی اداروں کی کارکردگی میں بدعنوانی اور نااہلی کی بیماریاں تیزی سے اور بڑے پیمانے پر درآئیں۔ ملک میں جمہوریت کی بحالی کے ساتھ ہی میرٹ کے بجائے زیادہ تر سیاسی بنیادوں پر تقرریوں کا سلسلہ شروع ہوگیا اور بدقسمتی سے یہ رجحان اب تک جاری ہے۔ کراچی میں بڑے پیمانے پر شہری منصوبہ بندی کی حالیہ مشق، انتہائی بدانتظامی کی ایک کلاسیکی مثال ہے۔ نئے شہری ماسٹر پلان کو جسے "ماسٹرپلان ۲۰۰۰ء" کا نام دیا گیا ہے عالمی بینک کے زیراہتمام تقریباً" دس سال قبل صوبائی محکمہ منصوبہ بندی وترقیات اور کے ڈی اے نے تیاری کیا تھا۔ یہ منصوبہ اس پر عملدرآمد سے پہلے ہی فرسودہ اور ناکارہ ہوچکا ہے اور ابھی اس کی فائنل منظوری ہونا باقی ہے۔ اس منصوبے کی تیاری پر خاصی رقم خرچ کی جاچکی ہے۔ بجٹ کا ایک بڑا حصہ کمپیوٹر ماڈلز کی تیاری اور عملے کی تربیت کے پروگراموں پر خرچ کردیا گیا۔ دس سال گزرنے کے باوجود ان کمپیوٹر ماڈلز کو کبھی استعمال نہیں کیا گیا کیونکہ ان ماڈلز کے لئے جو ڈیٹا درکار ہے وہ دستیاب نہیں ہے۔

ترقیاتی کام بدعنوانی اور نااہلی سے متاثر ہوتے ہیں چونکہ ٹھیکیدار متعدد سرکاری افسروں کو رشوت دیتا ہے لہٰذا وہ کام کا معیار گراکر اپنی رقم نکال لیتا ہے۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شہرت یافتہ

باقی صفحہ ۲۲ پر

شہری کے چیئرپرسن قاضی فائز عیسیٰ خطاب کر رہے ہیں

اسلحہ سے پاک ماحول

شہری برائے بہتر ماحول نے فریڈرک نومان فاؤنڈیشن کے تعاون سے مقامی ہوٹل میں ایک سیمینار منعقد کرنے کا اہتمام کیا۔ جس کا مقصد معاشرے میں بڑھتی ہوئی نارواداری اور اختلاف رائے کی صورت میں اسلحہ کے بلاٹوک استعمال کے بارے میں تبادلہ خیال کرنا تھا۔ اس موقع پر سابق وزیر اطلاعات جناب جاوید جبار، ممتاز دانشور ڈاکٹر منظور احمد، نوید حسین، جمیل یوسف اور شہری برائے بہتر ماحول کے چیئرمین قاضی فائز عیسیٰ نے خطاب کیا۔

مقررین نے اسلحہ کی باآسانی دستیابی، قانون نافذ کرنے والے اداروں کی نااہلی اور کرپشن پر تشویش کا اظہار کرنے کے علاوہ شہری بدامنی کے لئے لسانی اور فرقہ دارانہ بنیادوں پر اٹھنے والے سیاسی گروہوں کو بھی ذمہ دار ٹھہرایا۔ اجلاس کی متفقہ رائے میں معاشرے کو اسلحہ سے پاک کرنا بے شک پرانے تنازعات اور باہمی نفاق کو یکسر ختم کرنے کی گارنٹی نہیں دے گا لیکن اس کی توقع ضرور ہے کہ اختلافات یا لڑائی جھگڑے کے دوران انسانی خونریزی سے گریز ممکن ہو سکے گا۔

جناب جاوید جبار، ڈاکٹر منظور حسین، نوید حسین اور دیگر مہمان مقررین

سیمینار کے حاضرین

ممتاز کالم نویس اردشیر کاوس جی اپنا نقطہ نظر پیش کر رہے ہیں

آپ سے سوال یہ ہے کہ......؟